جلد نمبر
18

ابنِ صفی

جاسوسی دنیا

56- پہلا شعلہ
57- دوسرا شعلہ
58- تیسرا شعلہ
59- جہنم کا شعلہ

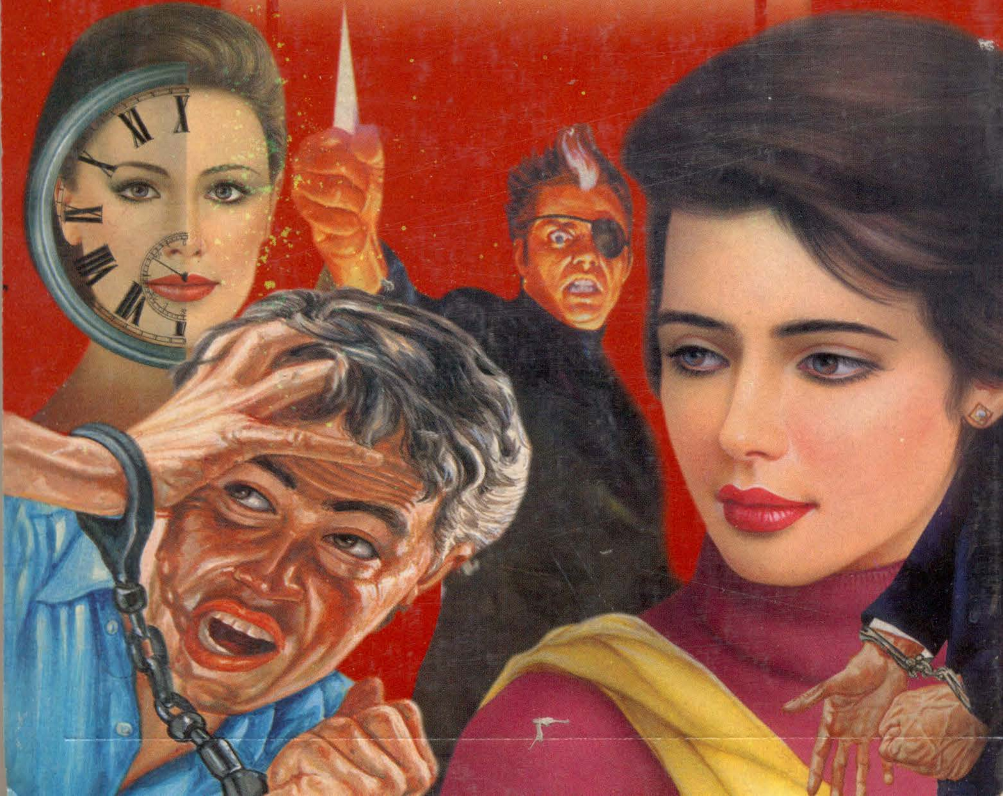

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 18

56 پہلا شعلہ

57 دوسرا شعلہ

58 تیسرا شعلہ

59 جہنم کا شعلہ

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر ....خالد سلطان

پرنٹر .... ہاشم انٹر پرائزز

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 56

پہلا شعلہ

(پہلا حصہ)

پیش رس

ہر مصنف کا ایک شاہکار ہوتا ہے۔ ابن صفی کا شاہکار ان کے ناولوں کا سیٹ ''شعلے'' ہیں۔ یہ تمام ناول انفرادی طور پر بھی مکمل ناولٹ ہیں مگر سب کو ملا کر پڑھنے سے لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔

ایڈونچر کے شائق حضرات اس میں اپنی پسند کی بہت سی چیزیں تلاش کرسکیں گے۔ ابن صفی کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر ذوق کی تسکین کا مواد فراہم کرتے ہیں اور کسی کو بھی مایوس نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں ایڈونچر، سیر و سیاحت، دھول دھپہ، سائنٹیفک جاسوسی ادب سب کچھ آپ کو مل جائے گا۔ بیشتر قارئین کی رائے میں یہ ابن صفی کا ماسٹر پیس سلسلہ ہے۔

ڈاکٹر سلمان، تاریہ، خانم اور ساحرہ جیسے ذہن سے چپک جانے والے کرداروں کو آپ کبھی فراموش نہیں کرسکیں گے۔ کردار نگاری اور ان کی نفسیات پر ابن صفی کو جو ملکہ حاصل ہے اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

پبلشر

ڈاکٹر اوہان

زندگی کی یکسانیت کو مستقل طور پر برداشت کرتے رہنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ خصوصاً کیپٹن حمید جیسے سیلانی آدمیوں کے لئے تو یہ چیز موت سے بھی بدتر ثابت ہوتی ہے۔ تقریباً دو سال سے اس نے کوئی بھی چھٹی نہیں لی تھی اور اب اس بات پر اڑ گیا تھا کہ وہ دو ماہ کی چھٹی لے کر ہی رہے گا۔

چھٹی مل گئی......لیکن فریدی نے چھٹی نہیں لی۔ ظاہر ہے کہ چھٹی اس لئے نہیں لی گئی تھی کہ وہ اسے شہر ہی میں رہ کر گذار دیتا۔ اپنے شہر سے تو اسے وحشت ہونے لگی تھی۔

گرمیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا اس لئے اس نے رام گڈھ جانے کا پروگرام بنایا۔ مگر تنہا نہیں......اس پروگرام میں گرانڈیل احمق قاسم بھی شریک تھا۔

وہ دونوں آج ہی رام گڈھ پہنچے تھے اور وہاں کے سب سے بڑے ہوٹل ''دلکشا'' میں ان کا قیام تھا......مگر دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔ ان کے کمرے ایک ہی منزل اور ایک ہی راہداری میں تھے۔ لیکن ان کے درمیان تقریباً آٹھ یا دس کمروں کا فاصلہ تھا۔

یہاں آنے سے قبل دونوں نے ایک اسکیم بنائی تھی۔ اسکیم دراصل حمید ہی کی ذہنی اپچ کا نتیجہ تھی اور اس اسکیم کی وجہ تھی زندگی کی یکسانیت سے اکتاہٹ۔

یہاں پہنچتے ہی حمید کو یقین ہو گیا تھا کہ اسکیم نہ صرف سو فیصدی کامیاب ہوگی بلکہ اس سے

بہتیرے دوسرے فوائد بھی حاصل ہوں گے۔

ہوٹل میں قیام کرنے والوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ حمید نے یہ بھی چیز چند ہی گھنٹوں میں محسوس کرلی۔

اُسے یہاں ملک کی مشہور ایکٹریس روحی نظر آئی اور اس کے تین کمرے اسی منزل اور اسی راہداری میں تھے جہاں حمید اور قاسم کا قیام تھا۔ اس نے روحی کو قریب سے دیکھا اور اس کی باچھیں کھل گئیں۔ دوسری طرف قاسم بھی اسے دیکھ دیکھ کر پلکیں جھپکاتا رہا۔ روحی بڑی حسین تھی۔ یعنی وہ گوشت و پوست میں اپنے عکس سے بھی زیادہ دلکش نظر آتی تھی۔

راہداری سے گذرتے وقت اس نے حمید کی طرف عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔ کیونکہ حمید کے جسم پر زرد رنگ کا ایک لمبا سا لبادہ تھا اور سر پر سفید سمور کی گول ٹوپی جو سر ہی کا ایک حصہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی بناوٹ کچھ اس قسم کی تھی کہ پہلی نظر میں اس کے سفید اور لمبے بال سر ہی کے بال معلوم ہوتے تھے۔ پیروں میں لومڑی کی کھال کے جوتے تھے۔ حمید نے اس وقت اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

وہ شاید نیچے جارہی تھی۔ قاسم نے دور سے حمید کو آنکھ مارنے کی ناکام کوشش کی تھی......ناکام یوں کہ وہ دونوں آنکھیں بیک وقت مار بیٹھتا تھا۔

اسی رات ڈائننگ ہال میں حمید کو سینکڑوں آنکھیں گھور رہی تھیں......وہ اس وقت بھی زرد سلک کے لبادے میں تھا اور سر پر وہی سمور کی ٹوپی تھی لیکن اس وقت اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں اور یہ فریدی کے ایجاد کردہ ایک لوشن کے دو قطروں کا کرشمہ تھا۔ اگر ڈائننگ ہال ایئر کنڈیشنڈ نہ ہوتا تو حمید کی ساری شیخی دھری رہ جاتی۔ سلک کا لبادہ اس کے لئے وبال جان بن جاتا کیونکہ رام گڈھ کی راتیں ہمیشہ بہت سرد ہوتی ہیں اور پھر یہ مارچ ہی کا مہینہ تھا۔ پچھلے مہینے یہاں کثرت سے برف باری ہوتی رہی تھی۔

دوسری طرف قاسم اپنی میز پر تین آدمیوں سے کہہ رہا تھا۔ ''یہ عجیب آدمی ہے۔ ہم دونوں نے......ایک ہی کمپارٹمنٹ میں فسر......ارر......سفر کیا تھا......راستے میں ایک پولیس کپتان سے......اس کا جھگڑا ہوگیا اس نے کہا کہ تم خواہ مخواہ مجھ سے الجھ پڑے ہو......پپاگل......

پاگل ہو جاؤ گے......بس ...... جناب اگلے اسٹیشن تک پہنچتے پہنچتے وہ سچ مچ پاگل ہو گیا۔ کمپارٹمنٹ کے کئی آدمیوں کو زخمی کر دیا...... لوگوں کو للکار للکار کر گالیاں دیتا رہا...... گاڑی کو دیر تک رکنا پڑا...... بدقت تمام ریلوے پولیس اسے تار کر لے گئی۔''

قاسم نے یہ باتیں اتنی بلند آواز میں کہی تھیں کہ قرب و جوار کی کئی میزوں کے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ عورتیں خصوصیت سے بڑی دلچسپی کا اظہار کر رہی تھیں۔

''جی ہاں۔'' قاسم پھر بولا۔ ''میں نے خود اپنی آنکھوں سے اُسے پاگل ہوتے دیکھا ہے۔ بس ایک دم بندروں کی طرح دانت نکال نکال کر...... آنکھیں چمکانے لگا۔'' یہاں قاسم نے نہ صرف بندروں کی طرح دانت نکال دیئے بلکہ آنکھیں چمکانے کی کوشش بھی کی۔

کچھ لڑکیاں منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسیں اور قاسم بُری طرح بوکھلا گیا۔ پہلے اس نے دونوں گال پھلائے پھر زبان باہر نکل پڑی اور دوبارہ منہ کے اندر جاتے وقت دانتوں کے درمیان آ کر کچل بھی گئی۔

قاسم نے دونوں آنکھیں بند کر لیں اور سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

''کہیں وہ پاگل ہو جانے والے آپ ہی تو نہیں تھے۔'' ایک آدمی نے آہستہ سے کہا۔

''جی......!'' قاسم سر اٹھا کر غرایا۔

''کچھ نہیں جناب......!'' وہ آدمی سہم کر بولا۔ ''میں نے یہ عرض کیا تھا کہ وہ یقیناً پاگل ہو گیا ہوگا۔''

''جی ہاں......!'' قاسم اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''آپ جھوٹ سمجھتے ہیں۔ کیا وہ سالا میرا باپ ہے کہ میں اس کے لئے جھوٹ بولوں گا۔''

''نہیں صاحب...... مجھے یقین ہے۔'' اس آدمی نے پیچھا چھڑانے کے لئے کہا۔

''آپ نے مجھے پاگل کہا تھا...... ہاں۔''

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے ہرگز نہیں کہا۔''

''تو پھر میں جھوٹا ہوں...... کیوں......!''

''آپ تو خواہ مخواہ...... لیجئے...... میں اٹھا جا رہا ہوں۔'' اس نے میز چھوڑ دی اور بقیہ

دونوں ہنسنے لگے۔

''ہاں دیکھئے تو سہی۔'' قاسم ان کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''ابھی بھرتا بنا دیتا۔ سب بھول جاتے پاگل واگل......!''

اتنے میں اسٹیج پر موسیقی شروع ہوگئی اور دو تین لڑکیاں تھرکتی ہوئی ڈائننگ ہال میں آ گئیں۔ مشرقی اور مغربی ملا جلا رقص تھا۔ قاسم دانت نکال کر انہیں دیکھنے لگا۔

دوسری طرف حمید بُرا سا منہ بنا کر اپنی میز سے اٹھ گیا۔ پھر سینکڑوں نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔

وہ دوسری منزل کے زینوں کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا کمرہ دوسری ہی منزل پر تھا......اس کے بعد ہی دو تین عورتیں بھی اٹھ گئیں۔ قاسم نے انہیں بھی دوسری ہی منزل پر جاتے دیکھا تھا۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدل کر سوچا ''مار دیا سالے نے ہاتھ......اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

لیکن شاید دوسرے ہی لمحے میں وہ ان سب کو جہنم میں جھونک کر پھر رقص دیکھنے میں محو ہوگیا۔ کبھی کبھی بے خیالی میں وہ خود بھی لچکنے لگتا۔

کچھ تعجب نہیں کہ آس پاس والوں کو اس کے پاگل پن کا یقین بھی ہوگیا ہو۔ کچھ بھی ہو۔ اس رات پورے ہوٹل میں حمید کے متعلق عجیب و غریب روایات مشہور ہوگئیں۔ قاسم نے اسکیم کے مطابق اپنا رول بخوبی انجام دیا تھا۔

لوگ حمید کے کمرے کے قریب منڈلانے لگے۔ وہ یونہی خواہ مخواہ......راہداری کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتے اور پھر واپس آ جاتے۔ اکثر عورتیں بھی اسی خبط میں مبتلا دیکھی گئیں۔ ایک بار تو فلم ایکٹریس روحی بھی اپنے لمبے بالوں والی سیامی بلی کے متعلق دریافت کرنے کے لئے حمید کے کمرے کے سامنے رکی تھی۔ لیکن حمید نے کچھ ایسے خشک لہجے میں جواب دیا تھا کہ وہ یکلخت جانے کے لئے مڑی تھی۔

''ٹھہرو......!'' حمید لاپروائی سے بولا۔

وہ رک گئی مگر اس کی طرف مڑی نہیں۔

''میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آج کسی چیز کی پرواہ نہ کرو۔ جو چیز کھو جائے اسے بھی بھول جاؤ۔

اگر کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرو گی تو اب سے بارہ بجے رات تک کسی وقت بھی تمہارے لئے وبال جان بن جائے گی۔''

''کیا میں اس پہیلی کا مطلب پوچھ سکتی ہوں۔'' روحی اس کی طرف مڑ کر مسکرائی۔

''آج تمہارے ستارے ایسے ہی ہیں۔''

''میں خود ستارہ ہوں...... کیا آپ نہیں جانتے؟''

''میں جانتا ہوں...... غروب ہو جانے کی بد دعا بھی دے سکتا ہوں۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور پھر اسی چارٹ پر جھک گیا جو میز پر پھیلا ہوا تھا۔ اس میں عجیب طرح کی تصویریں، ستاروں کی شکلیں اور آڑی ترچھی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ روحی چند لمحے کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر لاپروائی کے اظہار میں اپنے سر کو خفیف سی جنبش دے کر چلی گئی۔

شام ڈائننگ ہال میں وہ دونوں پھر ملے۔ روحی کچھ ایسے انداز میں مسکرائی جیسے وہ حمید کو احمق سمجھتی ہو۔ جواباً حمید بھی ایسے ہی انداز میں مسکرایا جیسے وہ سچ مچ نرا گاؤدی ہو۔

دونوں کے درمیان کئی میزوں کا فاصلہ تھا۔ روحی کی میز پر دو آدمی اور بھی تھے اور ان کا رکھ رکھاؤ بھی ''فلمیانہ'' ہی سا تھا۔

اس وقت تک یہ بات بھی ہوٹل میں پھیل چکی تھی کہ اس پراسرار نوجوان نے روحی کو بلی کی تلاش سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ ویسے بلی ہوٹل کے کچن میں مل گئی تھی اور روحی اسے اس وقت اپنے کمرے میں چھوڑ کر آئی تھی۔

قاسم نے بھی سنا تھا کہ حمید نے روحی سے گفتگو کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اسے اس پر کیوں نہ تاؤ آتا۔ اس کی دانست میں وہ خود تو مزے کر رہا تھا اور اسے الو بنا کر الگ چھوڑ دیا تھا۔ یعنی اس سے اپنا پروپیگنڈہ کرا کے الوسیدھا کر رہا تھا۔ ویسے قاسم اس وقت حقیقتاً الوسیدھا کرنے کے محاورے پر غور کر رہا تھا اور کافی پی رہا تھا۔ چار چار پیالیوں کی دو کوزیاں اس کی میز پر موجود تھیں اور وہ تنہا تھا۔

''الوسیدھا......!'' اس نے آہستہ سے بڑبڑا کر پہلو بدلا اور دور بیٹھی ہوئی روحی کو گھورنے لگا۔

اتنے میں ویٹراس کے دوسرے آرڈر کی چیزیں لے کر آ گیا اور اس کی میز بھر گئی۔ قاسم کی بلا خوری دو ہی دنوں میں مشہور ہوگئی تھی۔

''الوسیدھا......'' قاسم بے خیالی میں ویٹر کو گھورتا ہو بڑبڑایا۔

''جی صاحب......!'' ویٹر بوکھلا گیا۔

''اوہ......ہی ہی......کچھ نہیں......وہ اس ایکٹرس کا نام حوری ہے نا۔''

''روحی جناب......!''

''ہاں...... ہاں......روحی......وہ تمہیں بھی اچھی لگتی ہوگی۔''

''جی......اوے......ہی ہی۔''

پھر دونوں میں غیر ارادی طور پر ''ہی ہی'' کا تبادلہ شروع ہو گیا۔

سب سے پہلے ویٹر ہی کو اس حماقت کا احساس ہوا اور وہ جھینپ کر سر کھجاتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور قاسم میز کی صفائی پر تل گیا۔

آج رقص شروع ہوتے ہی روحی اٹھ گئی لیکن حمید بیٹھا رہا۔ پچھلی رات کی طرح آج اس نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

پھر ٹھیک ساڑھے نو بجے گویا ڈائننگ ہال میں زلزلہ سا آ گیا۔ دوسری منزل سے کئی لوگ بدحواسی کے عالم میں نیچے آتے ہوئے دکھائی دیئے تھے۔ انہوں نے کچھ کہا اور لوگ اٹھ کر اوپری منزل کے زینوں کی طرف دوڑنے لگے۔

رقص بند ہوگیا۔ حالانکہ شروع ہوئے دس منٹ بھی نہیں گذرے تھے۔ پورا ہال خالی ہوگیا حتیٰ کہ قاسم بھی اٹھ گیا تھا۔ مگر حمید چپ چاپ بیٹھا رہا۔ ہال میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اچانک اسے منیجر نظر آیا، جو چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا اس کی طرف آرہا تھا۔

''یہ کیا ہوا جناب......!'' اس نے حمید سے پوچھا۔

''جہاں آپ ہیں وہیں میں بھی ہوں۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

منیجر بھی مزید کچھ کہے بغیر زینوں کی طرف جھپٹا۔ لیکن اسے رک جانا پڑا کیونکہ اوپر سے ایک جلوس نیچے آرہا تھا۔

سب سے آگے دو آدمی تھے جنہوں نے روحی کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ شاید وہ بیہوش تھی۔ وہ دونوں آدمی وہی تھے جنہیں کچھ دیر قبل روحی کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ وہ دونوں حمید کو بُری طرح گھور رہے تھے۔

روحی کو ایک لمبی سی میز پر لٹا دیا گیا۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں پر لمبی لمبی خراشیں تھیں جن سے خون بہہ رہا تھا...... وہ بیہوش تھی...... فوراً ہی ڈاکٹر کو فون کیا گیا اور میز کے قریب سے بھیڑ ہٹائی جانے لگی۔

حمید جہاں تھا وہیں رہا۔ لوگ لمبی میز کے قریب سے ہٹ کر حمید کے گرد اکٹھا ہونے لگے۔

''آپ کی پیش گوئی صحیح نکلی۔'' کسی نے کہا۔ ''اس پر بلی نے حملہ کر دیا۔''

''اس کے باوجود بھی میری باتیں لغو سمجھی جاتی ہیں۔''

''نہیں جناب...... میں ان میں سے نہیں ہوں۔'' اس نے عقیدت مندانہ لہجے میں کہا۔

''اس نے کس طرح حملہ کیا۔'' حمید نے پوچھا۔

''جیسے ہی اس نے کمرے کا دروازہ کھولا...... بلی جھپٹ پڑی۔ وہ اسی کمرے میں تھی۔ اب بھی وہ اسی کمرے میں ہے اور وہاں اس نے خاصی توڑ پھوڑ مچائی ہے۔''

''ہوگا......!'' حمید نے لاپروائی سے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ''براہ کرم آپ لوگ یہاں اس طرح میرے گرد بھیڑ نہ لگائیے۔ مجھے وحشت ہوتی ہے۔''

''جی ہاں اور کیا......!'' یک بیک قاسم سامنے آ کر بولا۔ ''آپ لوگ یہاں سے ہٹ جائیے۔'' اس نے لوگوں کو پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔

روحی کو ڈاکٹر کے آنے سے قبل ہی ہوش آ گیا اور وہ اس میز سے اٹھ کر تیر کی طرح حمید کی طرف آئی۔ قاسم حمید کی کرسی کے پیچھے اس طرح کھڑا تھا جیسے کسی بگھی کے پیچھے کوچوان، ایسی صورت میں جب کہ بگھی کا مالک خود ہی اسے ہانک رہا ہو۔

''میں آپ سے معافی چاہتی ہوں۔'' روحی کپکپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

''بیٹھ جائیے۔'' حمید نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور قاسم منہ چلانے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بھی بیٹھ جائے یا اسی طرح کھڑا رہے۔

''کاش میں آپ کا کہنا مان لیتی۔''

''نہیں میں تو گدھا ہوں۔'' حمید تلخ لہجے میں بولا۔

''کیا آپ مجھے معاف نہیں کریں گے۔'' روحی غم ناک آواز میں بولی۔

قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا روحی کے دونوں ساتھیوں میں سے ایک بول پڑا۔ ''ارے ختم بھی کرو...... یہ ایک اتفاق تھا۔''

''میں اتفاق کیسے سمجھوں جبکہ بلی تقریباً تین سال سے میرے ساتھ ہے۔ اس سے پہلے کبھی وہ مجھ پر غرائی بھی نہیں۔''

''تب یہ کسی قسم کا فراڈ ہے۔'' اس نے کہا۔

''ہائیں......!'' قاسم غرایا۔ ''قیا قہا......کہا......فراڈ......تم ہوش میں ہو یا نہیں۔''

''میں آپ سے گفتگو نہیں کر رہا ہوں۔'' روحی کے ساتھی نے غصیلے انداز میں کہا۔

''گفتگو کے بچے! تم ڈاکٹر صاحب کی توہین کر رہے ہو۔ گردن توڑ دوں گا۔''

''اجمل فضول باتیں نہ کرو۔'' روحی اپنے ساتھی کی طرف مڑی۔

''اور کیا...... جی ہاں...... سمجھا لیجئے...... اجمل فضول کو...... ورنہ......!'' قاسم خاموش ہو گیا۔ کیونکہ حمید بول پڑا تھا۔ وہ اجمل سے کہہ رہا تھا۔ ''میں پکا فراڈ ہوں......لیکن ایک ہفتے کے اندر اندر تمہارا ستارہ بھی گردش میں آ جائے گا۔''

بات بڑھ جاتی لیکن حمید کے بے شمار حمایتی پیدا ہو گئے۔ ویسے قاسم ہی کیا کم تھا۔ اس وقت وہ ظالم بھی بڑے موڈ میں تھا۔ کسی قسم کا خیال کئے بغیر فرش پر بیٹھ کر حمید کے پیر دبانے لگا۔

''ارے ڈاکٹر صاحب! میں آپ کے قدموں پر جان دے دوں گا۔'' وہ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ ''نہیں......نہیں مجھے اپنی خدمت سے محروم نہ کیجئے۔''

حمید خاموش بیٹھا رہا اور روحی کئی بار معافی مانگنے کے بعد وہاں سے اٹھ گئی۔ روحی کا ایک ساتھی نیچے ڈائننگ ہال میں رہا۔ شاید وہ وہاں ڈاکٹر کا انتظار کر رہا تھا۔

قاسم اب فرش سے اٹھ کر حمید کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن اس کا سر بڑے مؤدبانہ انداز میں جھکا ہوا تھا۔

ایک بار منیجر پھر حمید کی میز کے قریب نظر آیا۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

''کیا آپ براہِ کرم تھوڑی دیر کیلئے میرے آفس تک چل سکیں گے۔'' اس کا لہجہ ملتجانہ تھا۔

''چلئے......!'' حمید مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔ منیجر متوسط قد مگر ایک فربہ اندام آدمی تھا۔ چلتے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دباؤ پڑ کر اچھلنے والے ربڑ کا آدمی ہو۔ عمر چالیس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ چہرہ بھرا ہوا تھا اور روزانہ شیو کا عادی معلوم ہوتا تھا۔

اپنے آفس میں پہنچ کر اس نے بڑی احتیاط سے دروازہ بند کیا اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''تشریف رکھئے۔''

حمید بیٹھ گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر بے چینی یا تشویش کے آثار نہیں تھے۔ گویا اسے اس کی پرواہ ہی نہیں تھی کہ وہ یہاں کیوں لایا گیا ہے۔

''آپ واقعی باکمال ہیں۔'' منیجر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں مان گیا۔''

''مگر یہ بات آپ وہاں بھی کہہ سکتے تھے۔''

''کہہ تو سکتا تھا مگر وہاں اپنی درخواست کیسے پیش کرتا۔ اب اگر آپ مجھ پر توجہ فرمانے کا وعدہ کریں تو عرض کروں۔''

''کیا بات ہے۔''

''بات......آپ مجھے نہ جانے کتنا ذلیل سمجھیں گے۔ مگر میں کیا کروں......دل سے مجبور ہوں۔ آپ جانتے ہیں دل کا معاملہ۔''

''اچھی طرح جانتا ہوں......!'' حمید مسکرایا۔

''تو پھر آپ مجھے بُرا نہیں سمجھیں گے۔''

''قطعی نہیں......آدمی تو ستاروں کا کھلونا ہے۔ کوئی بات اس کے اپنے بس میں نہیں۔'' منیجر نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''مجھے اپنے سالے کی بیوی سے عشق ہو گیا ہے۔''

حمید بڑی سنجیدگی سے اُسے دیکھتا رہا۔ منیجر نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا کمرے پر ایک بوجھل سا سکوت طاری ہو گیا تھا۔

تیزاب کی بوتل

تھوڑی دیر بعد حمید نے پوچھا۔ ''تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔''

''موت......!'' منیجر گلوگیر آواز میں بولا۔

''یہ بھی آپ کے ستاروں پر منحصر ہے۔''

''پروفیسر صاحب۔''

''لوگ مجھے ڈاکٹر اوبان کہتے ہیں۔'' حمید نے اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ خود ہی سوچئے کہ موت کے علاوہ اور کیا چارہ ہے۔ مگر آپ یہ بتایئے کہ مجھے کامیابی ہوگی یا نہیں۔''

''عشق میں۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں......آپ یہ بات اپنے ہی تک رکھئے گا۔''

''اوہو......تو کیا تم مجھے کوئی گھٹیا آدمی سمجھتے ہو......اور پھر تمہارے عشق کی اہمیت ہی کیا ہے کہ میں اسے شہرت دوں گا۔ تم ایڈورڈ ہشتم ہو۔''

''جی نہیں......آپ خفا ہو گئے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔''

''معاف کر دیا......بیٹھ جاؤ......اپنا ہاتھ مجھے دو۔''

حمید تھوڑی دیر تک اس کی ہتھیلی کی لکیریں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''عورت کا نام اور عمر۔''

منیجر نے نام اور عمر بتائے۔ پھر حمید نے بچوں کے متعلق پوچھا۔

''پانچ بچے ہیں۔''

''ہائیں......عمر صرف بیس سال اور بچے پانچ۔''

''جی ہاں......!'' منیجر نے شرما کر کہا۔ ''ہر سال ایک ہوتا ہے۔''

''ستارے......ستارے۔'' حمید معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا۔

اس نے ایک کاغذ پر کچھ آڑی ترچھی لکیریں کھینچیں۔ کچھ ہندسے لکھے تھوڑی دیر تک

آنکھیں بند کئے خاموش بیٹھا رہا پھر مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ''کسی ایسی عورت سے عشق کرنا فضول ہے جس کے پانچ بچے ہوں۔ عمر صرف بیس سال ہو اور اوسط ایک عدد سالانہ...... فضول ہے۔''

''دل سے مجبور ہوں ڈاکٹر صاحب۔''

''اس عورت کے ستارے عشق کے خلاف ہیں۔''

''پھر کیا ہوگا جناب۔''

''مایوسی۔''

''پھر میں کیا کروں۔ اچھا ایک دوسری عورت کے متعلق دیکھئے۔''

''کیا کوئی اور بھی ہے۔''

''جی ہاں......میرا دعویٰ ہے کہ وہ بھی مجھے چاہتی ہے۔''

''بس......!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''تقریباً ایک ہفتہ عشق سے پرہیز کرو۔ ورنہ نتائج خراب نکلیں گے۔''

''یعنی......!''

''آنے والا ہفتہ عاشقوں کے لئے سازگار نہیں ہے۔ اس ہفتے میں بے شمار عاشق محبوباؤں کے والدین، بھائیوں اور شوہروں کے ہاتھوں پٹیں گے۔ اگر کسی ملک کے فرمانروا نے عشق کرنے کی کوشش کی تو تیسری عالم گیر جنگ اس ہفتے شروع ہو سکتی ہے۔''

''آپ نے میرے خوابوں کو تباہ کر دیا۔'' منیجر آہستہ سے بڑبڑایا۔

''میں نے نہیں......ستاروں نے۔'' حمید نے گونجیلی آواز میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

قاسم ہال میں اسی میز پر بیٹھا لڑکیوں کو گھور رہا تھا جس سے حمید اٹھ کر گیا تھا۔ اچانک دو عورتیں آکر اسی میز پر بیٹھ گئیں اور قاسم بوکھلا گیا۔ اس نے اٹھنا چاہا لیکن ایک آہستہ سے بولی۔

''سنئے تو سہی۔''

''جج......جی ہاں۔'' قاسم نے سہمی ہوئی نظروں سے زینوں کی طرف دیکھا۔ حمید دوسری منزل پر جا رہا تھا۔

''آپ انہیں جانتے ہیں۔'' عورت نے پوچھا۔

''جی ہاں......جی ہاں۔''

''کیا نام ہے۔''

''ڈاکٹر...... ہان......کوہان......!''

''کوہان......!'' عورت نے حیرت سے دہرایا۔

''اوہان...... میں بھول گیا تھا۔''

''آپ اتنے گھبرائے ہوئے سے کیوں ہیں۔'' عورت مسکرائی۔ ''ہمیں ان سے ملا دیجئے۔''

''مم......ملا......دوں......مشکل ہے۔''

''کیا وہ صرف روحی جیسی مالدار عورتوں کے مقدر کا حال بتاتے ہیں۔''

قریب تھا کہ قاسم کے منہ سے نکل جائے۔ ''بنڈل ہے سالا'' اس نے خود کو بڑی سختی سے روکا اور مسکرانے کی کوشش میں سارے دانت نکالتا ہوا بولا۔

''نہیں اس وقت نہیں......اس وقت یاد اللہ۔''

''کیا مطلب......؟''

''اب وہ یاد خدا کریں گے......یعنی کہ عبادت۔''

''کل ملا دیجئے گا۔''

''جی ہاں......جی ہاں۔''

عورتیں کچھ دیر بیٹھی اسے عجیب نظروں سے دیکھتی رہیں پھر اٹھ گئیں۔ قاسم نے ایک طویل سانس لیا اور بڑبڑایا۔ ''اکیلے......اکیلے......اچھا بیٹا۔ دیکھ لوں گا۔''

ڈائننگ ہال کی رونق پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ اب یہاں بہت کم لوگ رہ گئے اور وہ بھی کچھ اکتائے اکتائے سے نظر آ رہے تھے۔

قاسم کراہ کر اٹھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آ رہا ہو۔

''ذرا سنئے گا......!'' وہ کسی کی آواز سن کر مڑا۔ یہ ہوٹل کا منیجر تھا۔

''خیا ہے۔'' قاسم غرایا۔

''کیا ڈاکٹر صاحب اوپر تشریف لے گئے۔''

''کیا میں ڈاکٹر صاحب کی دم میں بندھا رہتا ہوں۔'' قاسم نے کسی کھٹکنے کتے کی طرح دانت نکالے۔

''اوہ......معاف کیجئے گا۔ میں خود دیکھ لوں گا۔''

''ضرور دیکھ لیجئے۔'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا اور دل ہی دل میں منیجر کو لاکھوں گالیاں دے ڈالیں اور پھر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جائے اور کیا کرے۔

دوسری طرف منیجر نے اوپر جا کر حمید کے دروازے پر دستک دی۔

''آ جاؤ......!'' اندر سے آواز آئی۔

منیجر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

''اوہو......کیوں......کوئی خاص بات۔''

''میں بہت بے چین ہوں جناب۔''

''ہوں......بیٹھو......!'' حمید نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ آدمی قاسم کا بھی چچا معلوم ہوتا ہے۔

''آپ یہ بتائیے اگر اس کے دل میں میرا خیال نہیں ہے تو پھر وہ مجھے خواب میں کیوں دکھائی دیتی ہے۔ کبھی وہ بادلوں سے جھانک کر مسکراتی ہے کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شفق کے رنگین لہریوں سے نکل کر میری طرف آ رہی ہو۔ خواب کی دھندلاہٹ سے عجیب سی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں۔''

''آپ کی پلنگ میں کھٹمل تو نہیں ہیں۔'' حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جی......کھٹمل...... پتہ نہیں......کیوں......؟''

''ضرور ہوں گے۔''

''پھر اس سے کیا......؟''

''بہت کچھ......!'' حمید نے آہستہ سے کہا۔ ''اول تو ایسی حالت میں نیند نہیں آتی اور اگر آ بھی گئی تو اسی طرح کے خواب آتے ہیں۔''

''اُوہو......آپ میرا مذاق اڑانے لگے۔'' منیجر جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

''غلط سمجھے۔ میں یہی کہنا چاہتا تھا کہ عشق کے لئے یہ ہفتہ موزوں نہیں ہے۔''

''نہیں جناب......آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ میں بھی کیسا گدھا ہوں کہ آپ کے پاس پھر دوڑا آیا۔ روحی کے متعلق آپ نے جو کچھ بھی بتایا تھا وہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ دن اس پر سخت ہیں۔''

''ساری دنیا کیسے جانتی ہے۔ ساری دنیا ستارہ تو نہیں ہے۔''

''ارے جناب کامن سنس بھی تو کوئی چیز ہے۔''

''نان سنس......!''

''جی......!''

''کچھ نہیں...... ہاں دنیا کیا جانتی ہے۔''

''ایک بار کسی نے اس کے چہرے پر تیزاب پھینکنے کی کوشش کی تھی۔ کوئی اس کا چہرہ بگاڑ دینا چاہتا ہے اور اب تو اس کے امکانات اور زیادہ ہو گئے ہیں جب کہ ایکٹرسوں میں مقابلہ حسن کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔''

''روحی سب سے حسین سمجھی جاتی ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''کھلی ہوئی بات ہے......کوئی چاہتا ہے کہ وہ اس مقابلے میں شریک نہ ہو۔''

''تو آپ یہ سب کچھ مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔''

''بلی کے ساتھ یقیناً کوئی کاروائی کی گئی ہوگی تا کہ اس کا چہرہ اپنے نوکیلے پنجوں سے برباد کرے۔ سمجھ گئے جناب......اس میں آپ کے کمال کو دخل نہیں ہے۔''

''لیکن اس کی پیشین گوئی میں نے ہی کی تھی۔''

''کون جانے۔'' منیجر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''آپ بھی انہیں میں سے ہوں۔''

''تم میری توہین کر رہے ہو۔'' حمید گرج کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''خدا نے چاہا تو......!''

''نہیں......نہیں......!'' منیجر اس کی آگ اگلتی ہوئی آنکھوں کی تاب نہ لا کر چیخا۔ ''کوئی

بددعا نہ دیجئے گا۔“

حمید خاموش ہو کر اُسے گھورتا رہا۔ منیجر بُری طرح کانپ رہا تھا۔ اسے وہ افواہ یاد آ گئی تھی جس کے مطابق ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس ٹرین میں پاگل ہو گیا تھا۔

”جاؤ...... چلے جاؤ...... یہاں سے۔“ حمید دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

منیجر نے چپ چاپ دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔

اس کے بعد ہی قاسم دروازہ کھول کر اندر گھس آیا۔

”ہائیں تم...... یہ کیا حرکت۔“ حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”بس...... بس...... میں زیادہ اُلو نہیں بن سکتا۔“

”ارے آہستہ بولو بیٹا...... ورنہ میرے ساتھ تمہاری بھی شامت آ جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے محکمے کی وجہ سے بچ جاؤں...... لیکن تم...... دوسری دنیا میں پہنچا دیئے جاؤ گے۔“

قاسم اسے خاموشی سے گھورتا رہا اور حمید بولا۔ ”بس صرف دو تین دن اور ٹھہر جاؤ...... اس کے بعد پھر اگر ہم ایک ہی کمرے میں رہیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہو گا۔“

”تم اپنا اُلو سیدھا کر رہے ہو۔“ قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اگر تمہارا الٹ گیا تو اسے بھی سیدھا کر دوں گا۔ فکر نہ کرو...... بس میں جو کہتا رہوں کرتے رہو۔“

”ہاں...... میں خوب سمجھتا ہوں۔ تم مجھ سے چائے منگواؤ گے۔ غسل کے تولئے صابن منگواؤ گے...... مجھ سے کہو گے کہ میرے جوتوں میں پالش کر دو۔“

”ارے ارے! لاحول ولاقوۃ...... تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔“

”ٹھیک باتیں کر رہا ہوں...... ابھی نیچے ایک عورت مجھ سے پوچھ رہی تھی کیا تم ڈاکٹر اوہان کے ملازم ہو۔“

”تم نے کیا کہا۔“

”میں نے کہا ڈاکٹر اوہان سالے کی ایسی کی تیسی۔ اس جیسے سینکڑوں میرے نوکر ہیں۔“

”بس اب گڑبڑ کرنے لگے۔“

''ہاں تو میں کہہ دیتا کہ میں ڈاکٹر کوہان سالے کا نوکر ہو۔'' قاسم جلے بھنے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔ بعض اوقات اس کا انداز گفتگو بالکل عورتوں کا سا ہو جایا کرتا تھا۔

''نہیں....!'' حمید نے کہا۔ ''تم کہہ سکتے تھے کہ میں ڈاکٹر اوہان کے معتقدین میں سے ہوں۔''

''ارے بڑے آئے کہیں کے وہ..... ان کے معتقدین میں سے ہو۔ تم پکے چار سو بیس ہو۔ میں بھانڈا توڑ دوں گا۔''

''بھانڈہ پھوڑنا محاورہ ہے۔'' حمید نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''محاورے کی ایسی کی تیسی۔''

''اچھا جاؤ..... جو تمہارا جی چاہے کرو۔ لیکن تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ اگر مجھے غصہ آ گیا تو تم رام گڈھ میں بُری طرح ذلیل ہو گے۔ تمہاری جسمانی قوت میری ذہنی قوت کے سامنے کام نہ آ سکے گی۔''

قاسم اچانک کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

''میں تو مزاخ کر رہا تھا..... ہی..... ہی.....!''

''میں سمجھتا تھا.....!'' حمید بھی ہنسنے لگا۔

''مگر یار..... بلی کا کیا معاملہ تھا۔'' قاسم نے پوچھا۔

''دودھ میں تھوڑی سی برانڈی دے دی تھی۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔

قاسم منہ بنا کر ہنسنے لگا۔ پھر احمقانہ انداز میں بولا۔ ''اچھا روحی تمہاری رہے گی یا میری۔''

''سو فیصدی تمہاری۔'' حمید نے اسکا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ ''مجھے وہ بالکل اچھی نہیں لگتی۔''

''ہی..... ہی.....!'' قاسم پلکیں جھپکاتا ہوا ہنسا۔

''کچھ دیر ہنستے رہنے کے بعد قاسم نے پوچھا۔ ''اب کیا کرنا ہوگا مجھے۔''

''تفریح..... میری جان۔'' حمید نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ ''ہم تفریح کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہیں۔''

''مگر یار وہ جو روحی کے ساتھ رہتا ہے..... باریک مونچھوں والا..... وہ مجھے کوئی بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔''

''ہوگا...... ہوسکتا ہے ......!'' حمید نے کہا۔ ''اچھا جاؤ ......اب تم آرام کرو۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔''

قاسم چپ چاپ باہر نکل گیا۔

حمید نے یہ حرکت محض اس لئے کی تھی کہ ہر وقت عورتوں اور لڑکیوں میں گھرا رہے لیکن اس نے اس کے دوررس نتائج پر غور نہیں کیا تھا۔

ساڑھے نو بجے روحی پر اس کی بلی نے حملہ کیا تھا اور گیارہ بجے تک یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی تھی۔

ٹھیک بارہ بج کر پندرہ منٹ پر پریس رپورٹروں کی فوج نے حمید کے کمرے پر حملہ کردیا۔ منیجر نے انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔ حمید کسی طرح ان سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔ اس نے انہیں اپنے متعلق اوٹ پٹانگ باتیں بتائیں۔ لیکن تصویر کسی کو نہیں لینے دی۔

''اگر کسی اخبار نے......!'' وہ کہہ رہا تھا۔ ''میری تصویر چھاپی تو اس پر دعویٰ کردوں گا۔ میں پیشہ ور نجومی نہیں ہوں اس لئے پبلسٹی کی خواہش بھی نہیں رکھتا۔ یہ میری تفریح ہے۔''

تقریباً ڈھائی بجے اس مصیبت سے نجات ملی اور وہ روشنی گل کر کے لیٹا ہی تھا کہ پھر کسی نے دروازے پر دستک دی۔

''خولو...... غمید بھائی۔'' قاسم کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ حمید اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ جھلاہٹ کے عالم میں اس نے سوئچ آن کردیا اور دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ آیا۔

''کیا ہے......!''

''مم...... میرے...... کک...... کمرے کی کھڑکی غائب ہوگئی۔''

''کیا بکواس ہے۔''

''اللہ قسم...... میں جھوٹ نہیں بولتا۔ تم دیکھ لو چل کر۔''

''یعنی...... کھڑکی چوکھٹ سمیت کوئی نکال لے گیا۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں...... وہ غائب ہوگئی۔ دیوار میں کھڑکی نہیں ہے۔''

''جاؤ...... جاؤ......!'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''سو جاؤ...... شاید معمول سے زیادہ کھا گئے ہو۔''

''ارے یار......خدا کے لئے تم دیکھو۔'' قاسم سہمی ہوئی سی آواز میں بولا۔

''میں نے خواب نہیں دیکھا۔''

راہداری میں اندھیرا تھا۔حمید نے ہاتھ بڑھا کر میز سے ٹارچ اٹھائی اور قاسم کے ساتھ چلنے لگا۔

چلتے چلتے اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے داہنی طرف کے ایک کمرے کے اندر دو آدمی لڑ پڑے ہوں۔حمید رک گیا۔

یہ کمرہ روحی کے تین کمروں میں سے ایک تھا۔

''ب...... با......!'' اندر سے آواز آئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی نے چیخنے کی کوشش کی ہو اور اس کا منہ دبا دیا گیا ہو۔

''کیا ہے...... یہاں کیا ہو رہا ہے۔'' حمید نے جھپٹ کر دروازے پر ہاتھ مارا۔

ایک لمحے کے لئے سکوت طاری ہو گیا......لیکن پھر ایک نسوانی چیخ کمرے میں گونجی۔

''قاسم دروازہ توڑ دو......!'' حمید پلٹ کر بولا۔

قاسم نے دروازے پر اپنے داہنے شانے سے ٹکر ماری۔مگر کچھ نہ ہوا۔ ساتھ ہی اندر سے کچھ اس قسم کی آواز آئی جیسے کوئی کرسی یا میز فرش پر گری ہو۔

قاسم دوسری ٹکر کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور روحی اس پر آ گری۔

''بچاؤ......!'' وہ پھر چیخی اور بیہوش ہو کر فرش پر گر گئی۔ دوسرے کمروں کے دروازے بھی کھلنے شروع ہو گئے جس کمرے سے روحی نکلی تھی شاید وہ سونے کا کمرہ تھا......وہاں مدہم نیلی روشنی تھی اور دو کرسیاں فرش پر الٹی پڑی تھیں۔ بستر آدھا فرش پر تھا اور آدھا مسہری پر۔

روحی بیہوش تھی......اس کا ساتھی باریک مونچھوں والا بھی ایک کمرے سے نکل آیا۔

حمید اور قاسم کے گرد اچھی خاصی بھیڑ ہو گئی اور اب راہداری بھی تاریک نہیں تھی۔

''کیا معاملہ ہے۔'' باریک مونچھوں والا حمید کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

''میں خود نہیں سمجھ سکتا کہ کیا معاملہ ہے۔ میں ان کی چیخ سن کر جاگا تھا۔ میں ادھر آیا اور یہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گری۔''

''ہاں...... ہاں......!'' وہ دہاڑا۔ ''تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ پھر دوسروں کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''اگر یہ شخص فرار ہو گیا تو پولیس آپ سب سے جواب طلب کرے گی۔''

''ابے...... کیا بک رہا ہے...... سالے۔'' قاسم آستین چڑھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

''نہیں ٹھہرو......!'' حمید نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ''میں اسی راہداری میں ٹھہر کر پولیس کا انتظار کروں گا۔''

باریک مونچھوں والا روحی کو ہاتھوں پر اٹھا کر کمرے میں چلا گیا۔

باڈی گارڈ

حمید وہیں کھڑا رہا۔ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اپنے کمرے سے باہر کیوں آیا تھا۔

''کیا قصہ تھا جناب۔'' کسی نے پوچھا۔

''اتنا ہی مجھے بھی معلوم ہے جتنا بتا چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔''

''ڈاکٹر صاحب'' قاسم ہکلایا۔ ''مم...... میری...... کھڑ......!''

''ہوں...... ٹھیک ہے۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''آپ اپنے کمرے میں جائیے۔''

''مم...... مگر...... ن...... نن...... نہیں...... میں آپ کی حفاظت کروں گا۔ یہیں ٹھہروں گا...... وہ سالا باریک مونچھوں والا...... سور......!''

''شکریہ......!'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ ''آپ میری فکر نہ کیجئے۔ میری کسی سے دشمنی نہیں۔''

''آپ دروازے پر ٹکریں مار رہے تھے جناب۔'' ایک آدمی نے کہا۔ ''میں نے دیکھا تھا۔''

''اچھا کیا تھا...... پھر کیا اسے اندر مر جانے دیتا۔''

''آپ اپنے کمرے میں جائیے۔'' حمید نے ایک بار پھر قاسم سے کہا اور قاسم بڑبڑاتا ہوا

وہاں سے چلا گیا۔ لیکن اپنے کمرے کے قریب پہنچ کر پھر پلٹ آیا۔

''کھڑکی آ گئی...... آ گئی...... ہاں......!'' وہ حمید کے پاس پہنچ کر بولا۔

''کیا آپ نشے میں ہیں جناب...... میں کہہ رہا ہوں اپنے کمرے میں جائیے۔''

''جی...... جا رہا ہوں۔'' قاسم نے کہا اور سرپٹ اپنے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔

راہداری میں کافی لوگ اکٹھے ہو گئے تھے اور حمید سب کی نگاہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اُن میں سے کچھ روحی کے کمرے میں بھی جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دفعتاً حمید نے بلند آواز میں کہا۔

''کیوں بھئی! تم کہاں گئے۔ تمہاری پولیس کب آئے گی اور مجھے کب تک یہاں راہداری میں ٹھہرنا پڑے گا۔''

''کیا آپ اندر آنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔'' اندر سے روحی کی نحیف سی آواز آئی۔ حمید نے چاروں طرف ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور کمرے میں چلا گیا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے رات کے ڈیوٹی کلرک نے بھی اندر داخل ہونا چاہا لیکن دروازہ بند ہو چکا تھا۔

اس نے دروازے پر دستک دے کر کہا۔ ''یہاں جو کچھ بھی ہوا ہے اس کا میرے علم میں آنا ضروری ہے۔''

دروازہ پھر کھلا اور وہ بھی اندر چلا گیا۔

روحی ایک کرسی پر بیٹھی ہانپ رہی تھی۔ باریک مونچھوں والا ایک طرف کھڑا اسے تشویش آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ حمید بھی ابھی بیٹھا نہیں تھا۔ مسہری پر ایک بوتل پڑی تھی جس سے کوئی سیال چیز نکل کر بستر پر پھیل گئی تھی۔

''کیا بات تھی۔'' کلرک نے پوچھا۔

''میں سو رہی تھی...... کسی نے مجھ پر تیزاب ڈالنے کی کوشش کی۔ اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ بوتل بستر پر گر گئی۔ میں اچھل کر دروازے کی طرف بھاگی...... لیکن اس نے ٹانگ پھنسا کر مجھے گرا دیا۔ وہ میرا گلا گھونٹ ہی رہا تھا کہ باہر سے کسی نے آواز دی۔ پھر دروازہ توڑا جانے لگا اور وہ مجھے چھوڑ کر غسل خانے میں گھس گیا۔ میں دروازہ کھول کر باہر بھاگی۔''

''کیا غسل خانے میں دوسری طرف بھی کوئی دروازہ ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اوہ......ڈاکٹر صاحب۔'' روحی اس طرح چونک کر کھڑی ہوگئی جیسے اسے ابھی تک اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔ اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ ''تشریف رکھئے۔''

''ٹھیک ہے......آپ بیٹھئے۔''

''وہ جو کوئی بھی رہا ہو......!'' باریک مونچھ والے نے کہا۔ ''دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر نکل گیا۔''

''اور تم اسی کمرے میں سو رہے تھے۔'' روحی جھلا کر اس کی طرف مڑی۔

''مجھے خود حیرت ہے کہ میری آنکھ کیوں نہیں کھلی۔ باریک مونچھ والے نے کہا۔ پھر حمید کی طرف دیکھ کر طنزیہ انداز میں بولا۔ ''حالانکہ آپ نے اپنے کمرے سے چیخ سنی تھی، جو کئی کمروں کے بعد ہے۔''

''نہیں......میں ٹھیک اسی کمرے کے سامنے تھا۔''

''پہلے آپ نے کیا کہا تھا۔'' باریک مونچھوں والے کی آواز بلند ہوگئی۔

''خاموش رہو۔'' روحی ہاتھ اٹھا کر بولی۔

''پہلے میں نے اس لئے جھوٹ کہا تھا کہ درجنوں آدمیوں کے سوالات کا بار سنبھالنا میرے بس سے باہر ہوتا۔''

''میں آپ کی مشکور ہوں۔'' روحی نے مضمحل آواز میں کہا۔ ''آپ کی وجہ سے میری جان بچ گئی۔''

''تیزاب پھینکنے والا اسی راستے سے آیا بھی ہوگا......جس سے فرار ہوا تھا۔''

حمید نے باریک مونچھ والے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور اس نے حمید کے چہرے سے نظر ہٹالی۔

''میں نہیں جانتا۔'' اس نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

''میں فرار کے راستے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' حمید نے روحی سے کہا۔

''ضرور دیکھئے۔''

''کیا آپ پولیس کو طلب کرنا چاہتی ہیں۔'' کلرک نے روحی سے پوچھا۔

''یقیناً......!'' روحی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ پھر باریک مونچھ والے کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''تم ان کے ساتھ جا کر پولیس کو فون کرو۔''

اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی لیکن اسے کلرک کے ساتھ جانا ہی پڑا۔

''میرا خیال ہے کہ یہ حضرت پولیس کو اطلاع دینے میں ہچکچا رہے ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''اُسے ہچکچانا ہی چاہئے۔'' روحی بولی۔

''کیوں......؟''

''ظاہر ہے کہ پولیس اپنے سوالات سے اسے پریشان کر دے گی۔ حملہ آور اسی کے کمرے کی طرف سے آیا اور اسی طرف سے فرار بھی ہوا۔ لیکن وہ سوتا رہا۔''

''آپ نے اسے صرف فرار ہوتے دیکھا تھا۔'' حمید نے کہا۔

''آیا بھی ادھر ہی سے ہوگا۔ میں تو اپنا کمرہ اندر سے مقفل کر کے سوئی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی کمرہ مقفل کر کے سویا ہو۔''

''لیکن تیسرے کمرے کی کھڑکی میں سلاخیں نہیں ہیں۔'' روحی نے کہا۔

''اس باڈی گارڈ کے علاوہ بھی تو اور کوئی صاحب تھے آپ کے ساتھ۔''

''جی ہاں......لیکن وہ شہر میں رہتے ہیں۔ یہیں کے باشندے ہیں۔ میں ہر سال گرمیوں میں یہاں آتی ہوں۔ ہماری جان پہچان کئی سال پرانی ہے۔''

''آپ سے جان پہچان پیدا کرنے کے متمنی تو سینکڑوں رہتے ہوں گے۔ کیا اس جان پہچان کی کوئی خاص وجہ ہے۔''

''اوہو......!'' روحی مسکرائی۔ ''آپ تو کسی وکیل کی طرح جرح کر رہے ہیں۔''

''مجھے کرنا ہی چاہئے۔'' حمید نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''کیونکہ آپ کا باڈی گارڈ درجنوں آدمیوں کے سامنے مجھ پر شبہ ظاہر کر چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں پولیس بھی اس سے پیچھے نہ رہے گی۔''

''میں معافی چاہتی ہوں...... میں نے تو آپ کے متعلق ابھی تک کوئی بُری بات نہیں سوچی۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ کی وجہ سے میری جان بچ گئی۔''

''خیر......کیا آپ پولیس کے آنے سے قبل مجھے تینوں کمرے دکھا سکیں گی۔''

''آیئے...... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

حمید نے سب سے پہلے غسل خانے کا جائزہ لیا۔ یہ دونوں کمروں کا مشترکہ غسل خانہ تھا اور اس وقت بھی دوسری طرف کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایک حصے میں غسل خانے کے فرش پر معمولی سی نمی تھی۔ بس ایسی کہ اس پر پڑا ہوا پیر کا نشان صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ حملہ آور ہی کے پیر کا نشان رہا ہو۔ حمید آگے بڑھا۔ دوسرے کمرے پر گہری نظر ڈالتا ہوا وہ تیسرے کمرے میں آیا......روحی ساتھ تھی۔

''وہ دیکھئے......!'' اس نے جلدی سے کہا۔ ''کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔''

''ہوں......!'' حمید نے اسے بھی اچھی طرح دیکھا بھالا اور پھر روحی کی طرف مڑ کر بولا۔

''یہ تیسرا کمرہ آپ نے کیوں لیا ہے۔''

''اٹھنے بیٹھنے کیلئے......آپ جانتے ہیں کہ بے شمار لوگ مجھ سے ملنے کیلئے آتے ہیں اور پھر ویسے بھی دو ایک کمروں میں الجھن ہوتی ہے۔ میں تو اور بھی لینا چاہتی تھی مگر مل نہیں سکے۔''

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''یہ ساری مصیبت اس بلی کی وجہ سے آئی۔ آپ نے صبح میرا مذاق اڑایا تھا۔ اگر آپ اسے کھو جانے دیتیں یا مل جانے کے باوجود بھی اسے پھینکوا دیا ہوتا تو یہ رات سکون سے گذرتی۔''

''میں نہیں سمجھ سکتی کہ دوسرے واقعہ سے بلی کا کیا تعلق۔''

''حملہ آور اسی دوران میں آپ کی خواب گاہ میں داخل ہوا ہوگا جب آپ بیہوش ہو جانے کے بعد پیچھے لے جائی گئی تھیں۔''

''یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔''

''میرے خیال میں یہی ہوا ہے۔'' حمید کچھ سوچنے لگا۔ ''کیا آپ پریس رپورٹروں سے اسی کمرے میں ملی تھیں۔''

''جی ہاں۔''

''ان کے چلے جانے کے بعد آپ نے دروازہ مقفل کیا ہوگا۔''

''جی ہاں...... مجھے اچھی طرح یاد ہے۔''

''اور کھڑکی......اس کا تو خاص طور پر خیال رکھا ہوگا۔ کیونکہ اس میں سلاخیں نہیں ہیں۔''

''جی ہاں...... میں نے اسے قابل اطمینان حد تک آزمالیا تھا۔ دونوں چٹخنیاں لگا دی تھیں۔''

''پھر بتایئے کہ وہ کدھر سے آیا۔ اب یا تو اسے تسلیم کیجئے کہ وہ پہلے ہی سے ان کمروں میں موجود تھا یا پھر اپنے باڈی گارڈ پر شبہ کیجئے۔''

''باڈی گارڈ پر شبہ نہیں کرسکتی کیونکہ وہ میرا چچازاد بھائی بھی ہے۔''

''تب پھر وہ انہیں کمروں میں تھا اور ان تینوں کمروں میں صرف ایک جگہ ایسی ہے جہاں کوئی بھی نہایت آسانی سے چھپ سکتا ہے۔''

''کون سی جگہ۔''

''آپ کی مسہری کے نیچے۔''

''نہیں......!'' روحی خوفزدہ نظر آنے لگی۔

''اس کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں ہوسکتی۔ مسہری پر پڑی ہوئی چادر چاروں طرف سے فرش پر لٹکی ہوئی ہے۔ چھپنے کے لئے بہترین جگہ۔''

روحی کانپ گئی۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بار بار پلکیں جھپکا رہی تھی۔

''آیئے ...... میں آپ کو دکھاؤں...... ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں اپنی موجودگی کے کچھ ثبوت نادانستگی میں چھوڑ گیا ہو۔''

''اوہ......آپ......آپ تو بالکل......سراغ رسانوں کی سی باتیں کررہے ہیں۔''

''ہاں......آیئے...... مجھے دنیا کی بہتیری چیزوں سے دلچسپی ہے۔''

حمید اس وقت سو فیصدی فریدی کی نقل کررہا تھا۔ گفتگو کا انداز چلنے کا انداز، سوچنے کی ایکٹنگ، کسی میں بھی سر مو فرق نہیں تھا۔

وہ پھر خواب گاہ میں واپس آ گئے۔

حمید نے مسہری کے نیچے جھولتی ہوئی چادر پلٹ دی اور کافی دیر تک ٹارچ کی روشنی میں

فرش کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن اسے کسی قسم کے نشانات نہیں مل سکے۔

''حیرت انگیز......!'' اس نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''جی......!''

''اب مجھے یہ کہنا پڑے گا کہ حملہ آور کی پیدائش ہی اسی کمرے میں ہوئی تھی۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''یعنی یہ کہ یہاں بھی کسی قسم کے نشانات نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ تیزاب کی بوتل پر اس کی انگلیوں کے نشانات مل ہی جائیں۔ اب ایسی صورت میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ آپ خود سوچئے۔''

''نہیں میں شاہد کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی کہ اس حرکت میں اس کا ہاتھ ہوگا۔''

''شاہد......یعنی باڈی گارڈ......!''

''جی ہاں...... میں اس سے اچھی طرح واقف......اوہ......مگر وہ اب تک واپس کیوں نہیں آیا۔''

حمید عجیب انداز میں مسکرایا پھر بولا۔ ''آپ کی سیامی بلی کہاں گئی۔''

''اوہ......اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ وہ کہاں گئی۔'' روحی حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

''وہ بھی گئی۔'' حمید نے مایوسی سے کہا۔

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' وہ ایک آرام کرسی میں گرتی ہوئی بولی۔

''میرا خیال ہے کہ آپ بلی کی بجائے اپنے باڈی گارڈ کے متعلق سوچئے۔''

''کیوں؟'' روحی بے ساختہ چونک پڑی۔

''وہ ابھی تک واپس نہیں آیا...... حالانکہ پولیس کو فون کرنے کے بعد اسے قدرتی طور پر یہاں واپس آنے میں جلدی کرنی چاہئے تھی۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' اس نے آہستہ سے تشویش کن لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر روحی بولی۔ ''میں تنہا نیچے نہیں جاسکتی۔ حقیقتاً اسے واپس

آ جانا چاہئے تھا۔''

''چلئے ...... میں دیکھتا ہوں۔''

''اوہ...... بہت بہت شکریہ۔'' وہ اٹھتی ہوئی بولی۔''میں حقیقتاً آپ سے بہت نادم ہوں۔ صبح میں نے کافی گستاخی کی تھی۔''

''کوئی بات نہیں۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا اور اس کے ساتھ راہداری میں نکل آیا۔

پھر اچانک اسے قاسم کی بکواس کا خیال آیا اور وہ چلتے چلتے رک گیا۔

''ٹھہریئے......!'' اس نے روحی سے کہا۔''ذرا میں اس کھڑکی کو باہر سے بھی دیکھ لوں...... میرا خیال ہے کہ...... نہیں...... خیر جانے دیجئے۔ ہمیں پہلے نیچے ہی چلنا چاہئے۔''

''کیوں......؟ کوئی خاص بات۔''

''نہیں...... آیئے۔''

وہ نیچے آئے۔ کلرک اپنی کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا اور ڈائننگ ہال میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

''شاہد کہاں گیا۔'' روحی مضطربانہ انداز میں بولی۔

ان کی آہٹ پر کلرک چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ پھر کھڑا ہو گیا۔

''وہ صاحب کہاں ہیں، جو فون کرنے آئے تھے۔''

''وہ تو اسی وقت واپس چلے گئے تھے۔''

''باہر......!''

''جی نہیں...... اوپر......!''

''کیا تم نے انہیں زینوں پر چڑھتے دیکھا تھا۔''

''جی ہاں...... کیوں؟''

حمید ''کیوں'' کا جواب دینے کے بجائے روحی کی طرف مڑا جس کے چہرے پر ایک بار پھر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

''اب کیا ہے۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔

''میں کیا بتاؤں......میرا سر تو بُری طرح چکرا رہا ہے۔''

''کیا وہ اوپر نہیں ہیں۔'' کلرک نے پوچھا۔

''نہیں......!'' حمید نے کہا اور روحی کی طرف دیکھنے لگا۔

''بتایئے میں کیا کروں۔'' روحی بولی۔

''کچھ نہیں۔'' حمید نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر کلرک کے قریب جا کر بولا۔

''کیا اس نے پولیس کو فون کیا تھا۔''

''جی ہاں۔''

''تمہیں یقین ہے۔''

''یقین کیوں نہ ہو جناب جبکہ نمبر میں نے ہی ڈائیل کئے تھے۔''

''اس نے کیا کہا تھا۔''

''یہ تو مجھے یاد نہیں۔''

''سوچ کر بھی نہیں بتا سکتے۔''

''میں دراصل اس وقت یہاں نہیں تھا۔ نمبر ڈائیل کر کے کچن میں چلا گیا تھا۔''

''لیکن......!'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے انہیں اوپر جاتے دیکھا تھا۔''

''جی ہاں......میں اس وقت کچن سے واپس آ گیا تھا۔''

''کیا تمہارے علم میں آئے بغیر بھی لوگ اس وقت باہر جا سکتے ہیں۔''

''جی نہیں ......بل کیپٹن اس وقت کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا تاوقتیکہ یہ بات میرے علم میں نہ آ جائے۔''

حمید کچھ اور بولنے والا تھا کہ بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ ایک سب انسپکٹر تین کانسٹیبلوں کے ساتھ ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔ معاملہ چونکہ ایک مشہور فلم اسٹار کا تھا اس لئے ذرا ہی سی دیر میں سب انسپکٹر نے سارے ہوٹل کو میدان حشر میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مزید کانسٹیبل طلب کر لئے گئے اور باڈی گارڈ کی تلاش میں ہوٹل کا گوشہ گوشہ چھان مارا گیا لیکن وہ کہیں نہ ملا۔

اسی دوران میں سب انسپکٹر کو حمید کے متعلق بھی معلوم ہوا اور وہ اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے وہ کسی کی جیب کاٹ کر بھاگا ہو۔

''کیوں جناب......!'' اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔ ''اس وقت آپ کے ستاروں کا کیا حال ہے۔''

''بہت شاندار ہیں۔'' حمید نے ایسی سنجیدگی سے کہا جس میں دھمکانے کا انداز تھا۔

''کیا رام گڈھ میں کچھ ایسے آدمی بھی مل سکیں گے، جو آپ کی ضمانت دے سکیں۔''

''کیا مطلب......!''

''مطلب یہ کہ میں آپ کو بعض شبہات کی بناء پر حراست میں بھی لے سکتا ہوں۔''

''آپ تو آسمان میں سوراخ کر سکتے ہیں۔'' قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔ وہ بھی اب ڈائننگ ہال میں آ گیا تھا۔

''آپ کون ہیں۔'' سب انسپکٹر قاسم کی طرف مڑا وہ قریب ہی کھڑا تھا اور سب انسپکٹر کو اس کی شکل دیکھنے کے لئے اپنا سر کا نچلا حصہ قریب قریب پشت سے لگا دینا پڑا۔

''میں...... میں ہوں۔ آپ ڈاکٹر اوہان کی توہین کر رہے ہیں۔ میں ان کی ضمانت دے سکتا ہوں۔''

''میں نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں۔'' سب انسپکٹر کچھ مرعوب سا ہو گیا تھا۔

''اگر میں خود کو پچوانا چاہوں......!''

''اوہ قاسم صاحب۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''آپ خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔''

آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''یہاں میری کوئی ضمانت نہیں دے سکے گا۔'' حمید آہستہ سے بولا۔ ''آپ مجھے یقیناً حراست میں لے لیجئے۔''

دفعتاً قاسم کو یاد آ گیا کہ حمید محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر ہے اور وہ بیساختہ ہنس پڑا پھر بولا۔ ''ضرور حراست میں لے لو یار...... مزہ آ جائے گا......''

سب انسپکٹر اُسے متحیرانہ انداز میں دیکھنے لگا۔

کمرے میں دھواں

بعض اوقات اتفاقات بھی آدمی کا بہت ساتھ دیتے ہیں اور کچھ اس طرح اس کے جھوٹ کا بھرم قائم رہتا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

سب انسپکٹر نے حمید کو گویا باندھ ہی لیا تھا۔ نہ صرف روحی بلکہ ہوٹل کے بہتیرے آدمیوں نے اس کی حرکت کے خلاف احتجاج کیا لیکن سب انسپکٹر اسے کوتوالی ہی لے جانے پر تل گیا تھا۔

تقریباً ساڑھے چار بج گئے تھے۔ رام گڈھ کی پہاڑیاں سکوت میں نہائی ہوئی کھڑی تھیں لیکن سڑکیں اب ویران نہیں تھیں۔ ان پر بار بردار خچر گاڑیوں کی قطاریں نظر آنے لگی تھیں۔ نندا سے گاڑی بان طرح طرح کی آوازیں نکال کر خچروں کو ہانک رہے تھے۔

اچانک پولیس کار ایک خچر سے جا ٹکرائی۔ خود سب انسپکٹر ہی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ شاید وہ ڈرائیونگ کے معاملے میں اناڑی بھی تھا اور محض شوقیہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ ڈرائیور اس کے قریب اگلی سیٹ ہی پر موجود تھا۔ اگر فوراً ہی احتیاطی تدابیر نہ اختیار کرتا تو شائد کار خچر گاڑی سے ٹکرانے کے بعد سڑک کی بائیں جانب والی کھڈ میں جا گری ہوتی۔ گاڑی بان کے معمولی چوٹیں آئی تھیں مگر ایک خچر بُری طرح زخمی تھا۔ بہرحال وہ دوبارہ نہیں اٹھ سکا۔

کار میں جتنے بھی آدمی تھے نیچے اتر آئے۔ سب انسپکٹر بُری طرح بدحواس نظر آتا تھا۔

''اسے ہسپتال پہنچانا بھی آپ ہی کے فرائض میں سے ہے۔'' حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

سب انسپکٹر خاموش ہی رہا۔ پولیس کی دوسری گاڑی بھی رک گئی تھی۔ زخمی گاڑی بان کو ایک دوسری گاڑی میں ڈال کر ہسپتال بھیج دیا گیا۔ اب ساڑھے پانچ بج گئے تھے اور حمید کو بُری طرح غصہ آنے لگا تھا۔

''آپ لوگوں کو نہ جانے کس مسخرے نے ان عہدوں پر رکھا ہے۔'' حمید نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ بیکار باتیں نہ کیجئے۔'' سب انسپکٹر بھی جھلا گیا۔

''ابھی ہوش نہیں آیا۔'' حمید سرد لہجے میں بولا۔ ''اچھا اب کسی دوسرے حادثے کیلئے تیار ہو جائیے۔ کوتوالی ابھی بہت دور ہے۔''

''آپ خواہ مخواہ اپنی روحانی قوتوں کا رعب ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن پولیس اُسی وقت پیچھا چھوڑتی ہے جب روح سے خالی ہو جائے۔''

''خیر...... چلئے...... میں دیکھوں گا کہ میری روح میرا جسم چھوڑتی ہے یا آپ کا جسم وردی سے محروم ہوتا ہے۔''

''مجھے زیادہ غصہ نہ دلائیے۔''

''میں آپ کو زیادہ سے زیادہ غصہ دلانے کی کوشش کروں گا۔''

اس جملے سے سب انسپکٹر کی کھوپڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی اور وہ کچھ دیر پہلے کا حادثہ بھی بھول گیا۔ بات ہی ایسی تھی شاید ہی کبھی ایسے بے باک آدمی سے واسطہ پڑا ہو۔ اُسے پولیس کا وقار خطرے میں نظر آنے لگا اور وہ گرج کر بولا۔

''معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ شرافت کا برتاؤ فضول ہے۔''

''کیا آپ سے کوئی قانونی فعل سرزد ہوا ہے جس کی مضبوطی کی بناء پر آپ مجھے دھمکا رہے ہیں۔'' حمید نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''کیا مطلب......!''

''جس کا معاملہ ہے اس نے مجھ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا تھا۔'' حمید بولا۔

''ایک ضعیف الاعتقاد عورت ہونے کی بناء پر ڈرتی ہے۔''

''اور ایک راسخ الاعتقاد مرد ہونے کی وجہ سے اس بار آپ اس کار کو کسی کھڈ میں گرائیں گے لہٰذا براہِ کرم مجھے کسی دوسری کار میں بٹھا دیجئے۔''

سب انسپکٹر اندھیرے میں اُسے گھورنے لگا لیکن کچھ بولا نہیں۔

کار بدستور چلتی رہی۔ اس بار اُسے سب انسپکٹر خود نہیں ڈرائیو کر رہا تھا۔ کوتوالی پہنچتے پہنچتے چھ بج گئے۔ ادھر سے شائد روحی بار بار یہاں ڈاکٹر اوہان کے لئے فون کرتی رہی تھی۔ کیونکہ وہاں کئی لوگ اس پراسرار آدمی ڈاکٹر اوہان کے منتظر تھے۔ ان میں رام گڈھ کا ایس۔ پی کیپٹن

ماتھر بھی تھا۔ جیسے ہی حمید پر اس کی نظر پڑی اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

اور حمید جلدی سے بولا۔ ''آہا...... کپتان صاحب۔ اپنے قدیم خیر خواہ ڈاکٹر اوہان سے ایک بار پھر ملئے۔ لیکن اس بار اس کی حیثیت ایک مجرم کی سی ہے۔''

ماتھر گڑبڑا کر رہ گیا پھر فوراً ہی سنبھل کر بولا۔ ''اوہان...... پچھلی بار ہم ملے تھے وہاں...... اوہ...... ڈاکٹر...... بیٹھئے بیٹھئے...... روحی تقریباً چار بجے سے مجھے برابر فون کرتی رہی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ان لوگوں نے آپ کو خواہ مخواہ تکلیف دی۔'' پھر اس نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''اب گھر ہی چلئے۔ آپ بڑے موقعے سے مل گئے۔ میں آج کل شدت سے آپ کی ضرورت محسوس کرر ہا تھا۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔''

سب انسپکٹر جو حمید کو اپنے ساتھ لایا تھا بہت زیادہ بدحواس نظر آنے لگا تھا۔ لیکن اب حمید نے اسکی طرف دھیان تک نہ دیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے وہ کوئی بہت ہی کم رتبہ آدمی ہو۔

کیپٹن ماتھر کا بنگلہ کوتوالی کی حدود میں تھا۔ وہ دونوں باہر نکل کر بنگلے کی طرف چل پڑے۔

''کیا چکر ہے میاں حمید۔'' ماتھر نے مسکرا کر پوچھا۔

''کوئی خاص چکر نہیں تھا...... مگر اب چکر ہو گیا ہے۔''

''فریدی کہاں ہے۔''

''میں تنہا آیا ہوں۔''

ماتھر اور فریدی طالب علمی کے زمانے میں بھی گہرے دوست اور ہم جماعت تھے۔

''اور میں چھٹی پر ہوں۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

وہ دونوں بنگلے میں پہنچ گئے تھے۔ ماتھر بولا۔ ''نام تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔''

''یونہی تفریحاً...... میں اپنی زندگی کی یکسانیت سے اکتا گیا ہوں حتیٰ کہ مجھے اپنا نام بھی گراں گذرنے لگا ہے۔ میرا بس چلے تو اپنا نام عبدالغفور ہدہد بھائی رکھ لوں۔''

''تم روحی کے پیچھے آئے ہو...... بیکار باتیں نہ کرو۔'' ماتھر مسکرایا۔

''روحی سے یہیں دلکشا میں ملاقات ہوئی ہے۔ لیکن اب میں روحی سے زیادہ دلکشا کی عمارت میں دلچسپی لے رہا ہوں۔''

''کیوں......؟ بیٹھو بیٹھو۔'' ماتھر نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''روحی کا باڈی گارڈ پراسرار طور پر غائب ہوگیا۔ حالانکہ اس کے باہر نکل جانے کے امکانات نہیں تھے۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ خود ہی ان واقعات کا ذمہ دار ہو۔''

''ہوسکتا ہے مگر ہوٹل سے اس کا غائب ہوجانا کیا معنی رکھتا ہے۔''

''اسے غائب ہوجانے دو۔'' ماتھر حمید کی طرف سگریٹ کا ڈبہ بڑھاتا ہوا بولا۔ ''میں پہلے چائے پیؤں گا ماتھر صاحب! سگریٹ نہیں۔''

''اوہ...... یار معاف کرنا...... ٹھہرو...... میرا خیال ہے کہ دس پندرہ منٹ بعد ہمیں ناشتہ مل جائے گا۔''

''اور آپ کیا کہنے جارہے تھے۔ میرا خیال ہے کوئی اہم بات تھی۔''

''ہاں...... بہت ہی اہم...... مگر فی الحال تم روحی کے چکر میں نہ پڑو تو بتاؤں۔''

''روحی نہیں...... دلکشا کا چکر کہیے۔''

''وہ کچھ بھی ہو...... روحی پر اس سے پہلے بھی کئی بار حملے ہوچکے ہیں اور میں اُسے ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتا۔ وہ ایک مشہور فلم اسٹار ہے اس کے حریف بھی ہوسکتے ہیں مگر وہ ان وارداتوں کے سلسلے میں کسی خاص آدمی پر شبہ نہیں ظاہر کرتی۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں کیا ہوسکتا ہے۔''

''خیر...... خیر! آپ اپنی بات کہیے۔''

''یہاں ایک ادارہ ہے جس نے مجھے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ ادارہ کیا...... اس کی ایک شاخ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اس ادارہ کی شاخیں سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ بہرحال یہ ادارہ عجیب ہے اور اس کے اشتہارات عجیب ترین۔ مگر میری چھٹی حس کہتی ہے کہ اس ادارے کے تحت جرائم ہورہے ہیں۔''

''ادارے کی نوعیت۔'' حمید نے پوچھا۔

''اوہ...... میں بھی کتنا احمق ہوں گویا ادھار کھائے بیٹھا ہوں۔'' ماتھر نے خجالت آمیز

مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''کہ جب بھی تم ملو اس کا تذکرہ لے بیٹھوں۔''

''پرواہ مت کیجئے...... بتایئے تو سہی۔''

''نہیں ناشتے کے بعد اور پھر ہو سکتا ہے کہ میرا شبہہ بے بنیاد ہو۔''

''پھر کیا ناشتے کے انتظار میں ہم خاموش بیٹھے رہیں گے۔''

''نہیں بھئی۔'' ماتھر نے ہنس کر کہا۔ ''کچھ اور باتیں کرو۔''

''دوسری باتوں میں آج کل صرف روحی میرا موضوع ہے۔''

''مجھے تو نفرت ہے فلم اسٹاروں سے۔''

''نفرت کی وجہ نہیں پوچھوں گا۔ کیونکہ آپ کرنل فریدی کے دوستوں میں سے ہیں۔''

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور ماتھر نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو...... اوہ...... ہاں...... ڈاکٹر او ہاں...... فی الحال میرے مہمان ہیں۔ میں انہیں بہت دنوں سے جانتا ہوں۔ سب انسپکٹر کو اس کا علم نہیں تھا...... سب ٹھیک...... ہاں...... اچھا۔''

ماتھر نے ریسیور حمید کی طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی روحی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' حمید نے کہا۔ ''فی الحال ماتھر کے ساتھ ہوں۔ شاید دس بجے تک میری واپسی ہو...... اچھا...... اچھا...... نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت پہلے سے جانتے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ماتھر صاحب رام گڈھ ہی میں ہیں...... اچھا۔'' حمید نے ریسیور رکھ دیا۔

''وہ تم سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتی ہے۔'' ماتھر مسکرا کر بولا۔

''کیوں نہ معلوم ہو...... میرا نام حمید ہے۔''

''مگر ابھی تو تم نے اس نام سے بیزاری ظاہر کی تھی۔'' ماتھر نے ہنس کر کہا۔

''میرا نام ڈونگرے کا بال امرت ہے۔''

کچھ دیر بعد چائے آ گئی۔ ماتھر کچھ فکر مند سا نظر آنے لگا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''تم روحی کے معاملات میں ضرور ٹانگ اڑاؤ گے۔''

''کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایسا ہو۔''

''اس چکر میں پڑنا وقت کی بربادی ہی ہوگی۔ ذرا یہ تو سوچو کہ اس پر آج تک کوئی حملہ کامیاب کیوں نہیں ہوا اور ہر بار تیزاب ہی کا قصہ سننے میں آیا ہے۔ روحی کا بیان ہے کہ وہ سو رہی تھی کسی نے اس پر تیزاب پھینکنے کی کوشش کی۔ اس سے پہلے بھی دو بار سر راہے اس کے چہرے پر تیزاب پھینکنے کی کوشش کی گئی تھی۔''

''ہاں...... مجھے معلوم ہے۔''

''میں کہتا ہوں آخر پچھلی رات والی کوشش کیسے ناکام رہی۔ وہ سو رہی تھی۔ اگر جاگ بھی پڑی تھی تب بھی اس کے چہرے پر تیزاب تو ڈالا جاسکتا تھا۔''

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''عنقریب ایکٹرسوں میں مقابلہ حسن ہونے والا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح روحی ججوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کے مقابلہ میں صرف دو ایکٹرسیں آئیں گی اور وہ بھی اس سے کسی طرح کم نہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا گمشدہ باڈی گارڈ دراصل اس کا کزن تھا۔''

''پھر کیوں اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ مطلب صاف ہے شائد روحی کو بھی اس آخری حرکت کے بعد ہی اس کے غیر فطری ہونے کا احساس ہوگیا تھا۔ اس لئے اُس نے باڈی گارڈ ہی کو بھگا دیا تاکہ اس کی اس مضحکہ خیز حرکت کو حقیقت کا رنگ دے دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایک معمولی ذہانت کا آدمی بھی ایسی صورت میں یہی سوچے گا کہ باڈی گارڈ کا ہاتھ سازش میں ضرور تھا ورنہ وہ اس طرح بھاگ کیوں جاتا۔''

''یہ سب کچھ ممکن ہے ماتھر صاحب۔''

''پھر......؟''

''پھر کچھ نہیں...... میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میں روحی سے زیادہ دلکشا عمارت میں دلچسپی لے رہا ہوں۔''

''اونہہ...... ہوگا یار ختم کرو۔ میں اکتا گیا ہوں ان تذکروں سے...... اب تفریحی باتیں کرو۔ صبح سے شام تک بس وہی جرائم کی باتیں۔ میں بھی اپنی زندگی کی یکسانیت سے تنگ آگیا

ہوں۔''

''آہا......تو پھر آپ مجھے اُس ادارے کے متعلق بتایئے۔ ہوسکتا ہے اسی میں کوئی تفریحی پہلو نکل آئے۔''

''تم نہیں باز آؤ گے۔''

''آپ کو مجھ سے تذکرہ ہی نہ کرنا چاہئے تھا۔''

''تم اپنی شادی کب کر رہے ہو۔'' ماتھر نے پوچھا۔

''مرنے سے صرف ایک گھنٹہ قبل تاکہ قبر میں اولاد کا سکھ نصیب ہو۔ بات اڑانے کی کوشش نہ کیجئے۔ مجھے اس ادارہ کے متعلق بتایئے۔''

''بھئی ہوسکتا ہے میں اس سلسلے میں غلطی پر ہوں۔''

''خیر میں سمجھا۔'' حمید نے ایک طویل سانس لی اور پھر کہا۔ ''آپ مطمئن رہئے۔ میں اب نہیں پوچھوں گا۔ ویسے میں اتنا احمق بھی نہیں کہ آپ کے معاملات میں خواہ مخواہ دخل دوں۔''

''تم غلط سمجھے۔ خیر سنو۔ یہاں ایک ادارہ ہے جو خود کو روابط عامہ کا ادارہ کہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کی شاخیں سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ٹھہرو...... میں تمہیں اس کا ایک کاروباری اشتہار دکھاتا ہوں۔ اس سے سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔''

ماتھر نے اٹھ کر ایک میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک اشتہار نکال کر حمید کے سامنے پھیلا دیا۔

جلی حروف میں سرخی تھی۔

''دشمن کو زیر کرنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کیجئے۔''

''خوب......!'' حمید سر ہلا کر بولا اور نیچے کا مضمون پڑھنے لگا۔

''اگر آپ اپنے کسی دشمن سے تنگ آ گئے ہوں اور اس کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکتے ہوں تو ہم سے رجوع کیجئے۔ ہم مناسب معاوضے پر آپ کی طرف سے نپٹ لیں گے اور آپ قانون یا اخلاقی نقطہ نظر سے مورد الزام بھی نہیں ہوں گے۔ تفصیل کے لئے ہمارا مطبوعہ طریق کار مفت طلب فرمایئے۔''

''کیا مسخرہ پن ہے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''مگر اس کا دفتر بڑا شاندار ہے۔ تقریباً تیس یا چالیس کلرک کام کرتے ہیں۔''

''محض بکواس ہے۔''

''پھر بھی۔''

''اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہم وہ نفسیاتی طریقے اختیار کرتے ہیں کہ دشمن اپنی دشمنی بھول جاتا ہے۔ مصالحت کے لئے خود ہی ہاتھ بڑھاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔''

''اب تک کوئی ایسا ملا بھی جس کا کوئی دشمن زیر ہوا ہو۔'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں شروع میں میں نے تفتیش کرائی تھی۔ نتیجے کے طور پر تین ایسے آدمی ملے جنہوں نے اس ادارے کی خدمات حاصل کی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس ادارہ کا دعویٰ غلط نہیں ہے۔ ان کے دشمن اب غلام بے دام ہیں۔ انہوں نے ان تینوں دشمنوں کے پتے بھی بتائے۔ ان دشمنوں میں ایک سب انسپکٹر پولیس بھی نکلا۔ میں نے اس سلسلے میں اُس سے سوالات کئے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس نے ایک ایسے شخص کو معاف کر دیا جس نے اس کی بھانجی کو اغواء کیا تھا۔ سب انسپکٹر کو اس کا بھی علم ہے کہ اس نے اس کے خیالات بدلنے کیلئے ادارہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ بہر حال اب وہ بھی اس ادارہ کی کارکردگی کا مداح ہے۔ وہاں کوئی شخص ہے ڈاکٹر سلمان......اسی نے سب انسپکٹر کے خیالات بدلے تھے۔ اس کے متعلق سنا جاتا ہے کہ وہ ماہر نفسیات ہے۔''

ماتھر خاموش ہو گیا۔ پھر حمید بولا۔ ''کیا اس ادارہ کا وجود غیر قانونی ہے۔''

''قطعی نہیں۔''

''پھر آپ کو کیوں پریشانی ہے۔''

''مجھے پریشانی نہیں ہے۔ لیکن مجھے یہ ادارہ بُری طرح کھٹکتا ہے اور ذہن اس کے فراڈ ہونے میں کوئی شبہ نہیں رکھتا۔''

''بعض اوقات ہماری چھٹی حس ہمیں دھوکا بھی دے جاتی ہے۔'' حمید نے کہا۔

''بھئی ختم کرو یہ تذکرہ، مجھے وحشت ہوتی ہے۔ میں صرف آفس ہی میں سپرنٹنڈنٹ ہوتا ہوں۔''

''تو پھر آیئے......روحی کی باتیں کریں۔''

''نہیں...... مجھے فریدی کے متعلق کچھ بتاؤ۔ میں نے اُسے کافی عرصہ سے نہیں دیکھا۔''

''فریدی صاحب کا یہ خیال ہے کہ پاس پڑوس میں ایک بھی عورت نہیں دکھائی دیتی۔ لوگوں نے اپنی بیویوں کو وہاں سے ہٹا دیا ہے۔''

''کیا مطلب......!''

''محض اس خیال سے کہ فریدی صاحب کی دل آزاری نہ ہو۔ ہمارے پڑوسی نہایت شریف ہیں۔''

''اوہ......!'' ماتھر ہنسنے لگا۔ ''اب غالباً حمید بول رہا ہے۔ کیوں بھئی...... یہ دل آزاری کس قسم کی ہے۔ میں بالکل نہیں سمجھا۔''

''عورتوں کو دیکھ کر ان کی دل آزاری ہوتی ہے۔ ان کا بس چلے تو شہر کی ساری عورتوں کے لئے ایک بہت بڑا کانجی ہاؤس بنوا دیں۔''

ماتھر پھر ہنسنے لگا اور کچھ دیر بعد بولا۔ ''تمہاری کیسی نبھ رہی ہے۔''

''ہا...... ماتھر صاحب۔ آپ تو ایسے انداز میں پوچھ رہے ہیں جیسے فریدی صاحب میرے شوہر ہوں۔''

''ہمیشہ الٹی کھوپڑی والی باتیں کرتے ہو۔''

قبل اسکے کہ حمید کچھ کہتا فون کی گھنٹی بجی۔ ماتھر نے ریسیور اٹھا کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔

دوسری طرف سے قاسم چیخ رہا تھا۔ ''ڈاکٹر اوہان......ڈاکٹر اوہان۔''

''ہاں جناب ڈاکٹر اوہان بول رہا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''ابے ڈاکٹر اوہان......تمہارے کمرے میں دھواں بھرا ہوا ہے۔ اب دروازہ توڑنے کی کوشش کی جارہی ہے۔''

''کیوں؟ وہاں باہر ہک پر کنجی موجود ہوگی۔''

''نہیں......وہ بھی غائب ہوگئی ہے۔ تم جلدی آؤ......روحی صاحبہ بھی یہی کہہ رہی ہیں۔''

''اچھا میں آرہا ہوں۔'' حمید نے کہا اور ریسیور کریڈل میں ڈال دیا۔

پھر اس نے بہت جلدی میں یہ اطلاع ماتھر کو دی اور وہاں سے ہوٹل دلکشا کیلئے روانہ ہو گیا۔

کمرہ خالی کرو

حمید اس وقت وہاں پہنچا جب اس کا کمرہ ایک اچھے خاصے کباڑ خانے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ دروازے توڑ دیئے گئے تھے لیکن وہاں اسے اپنی ایک بھی چیز ایسی نہ ملی جو کسی طرح بھی ضائع ہوئی ہو۔ البتہ کمرے میں بدنظمی اور بے ترتیبی ضرور نظر آ رہی تھی۔

دروازے پر قاسم کسی خون خوار چوکیدار کی طرح جما کھڑا تھا۔

''ڈاکٹر اوہان......گھپلا......'' قاسم نے اپنے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

''دھوئیں کا علم کیونکر ہوا تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''ارے پورے کمرے میں گہرا دھواں بھرا ہوا تھا......اوپر روشندان سے نکل رہا تھا۔''

''مگر یہاں کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی حتیٰ کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں آگ بھی رہی ہے۔''

''تب پھر میں ہی دھواں چھوڑ رہا ہوں گا۔'' قاسم نے بُرا مان کر کہا۔

اتنے میں روحی آ گئی۔

''یہاں بڑی عجیب باتیں ہو رہی ہیں ڈاکٹر۔'' اس نے کہا۔ ''میں نے بھی روشندان سے دھوئیں کے بادل نکلتے دیکھے تھے لیکن جب دروازہ توڑا گیا تو اندر صرف دھواں ہی دھواں تھا۔ آگ کا نشان بھی نہیں تھا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔

''کیا آپ مجھ سے خفا ہیں۔'' روحی نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

''میں آپ کو نہیں پہچانتا۔'' حمید نے بے رخی سے کہا اور زینوں کی طرف مڑ گیا۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اس نے ایک ویٹر سے منیجر کے متعلق پوچھا۔

منیجر اپنے کمرے میں موجود تھا۔ حمید سیدھا وہیں چلا گیا۔

''اوہ...... ڈاکٹر صاحب۔'' منیجر اٹھتا ہوا بولا۔ ''جناب ...... میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔ خدارا مجھے معاف کر دیجئے۔ پچھلی رات میں نے آپ کی شان میں گستاخیاں کی تھیں۔''

''کمرے کا دروازہ کس کی اجازت سے توڑا گیا ہے۔''

''اوہ دیکھئے...... ایسی صورت میں جب کہ دروازہ کھولنے کے سارے ذرائع ختم ہو چکے تھے میں کیا کرتا۔ مگر...... میں پاگل ہو جاؤں گا۔ وہاں آگ تو تھی ہی نہیں...... صرف دھواں تھا۔''

''اگر میری کوئی چیز ضائع ہوئی ہوگی تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟''

''ارے صاحب کوئی کمرے کے اندر قدم ہی نہیں رکھ سکا۔ وہ دیوزاد دروازے پر اڑ گیا تھا۔ مجھے بڑی تشویش تھی جناب! وہ لوگ آپ کو کوتوالی لے گئے تھے۔ پولیس والے دوسروں کی پوزیشن کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں رکھتے۔''

''آپ مطمئن رہئے جناب...... میری پوزیشن مضبوط اور محفوظ ہے۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''لیکن جناب...... اگر آپ اجازت دیں....!'' منیجر خاموش ہو گیا۔

حمید خاموشی سے مستفسرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''اگر آپ اجازت دیں تو ایک درخواست کروں۔''

''کیا بات ہے۔''

''اگر آپ یہاں سے کہیں اور تشریف لے جائیں تو میں زندگی بھر احسان مانوں گا۔''

''کیا بکواس ہے۔'' حمید بگڑ گیا۔

''میرا بزنس تباہ ہو جائے گا جناب۔'' منیجر گڑگڑایا۔

''کیوں......!''

''دوسروں کا خیال ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی شیطانی طاقت ہے۔''

حمید ہنسنے لگا۔ پھر اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ''آپ کا کیا خیال ہے۔''

''مم......میرا......پھر بتائیے آپ کے کمرے میں وہ دھواں کیسا تھا۔''

''آپ مجھے یہ بتائیے کہ روحی کا باڈی گارڈ کہاں گیا۔''

''جہنم میں۔'' منیجر دفعتاً جھلا کر کھڑا ہو گیا۔''آپ کو کمرہ چھوڑنا پڑے گا......آج اور ابھی......میں بہت خراب آدمی ہوں۔''

''صورت ہی سے ظاہر ہے۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔''لیکن کمرہ تمہارے فرشتے بھی نہیں خالی کرا سکتے اور پچھلی رات تم نے مجھے عشق کی جو داستان سنائی تھی بالکل بنڈل تھی۔ تم روزانہ زندگی میں خود کو بیوقوف ظاہر کرنا چاہتے ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تم انتہائی خطرناک آدمی ہو۔''

''ہاں میں خطرناک بھی ہو سکتا ہوں۔'' منیجر اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ چند لمحے اپنی چکنی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتا رہا پھر کہنے لگا۔''میں اس کے لئے پولیس کی مدد نہیں طلب کروں گا۔ لیکن تمہیں یہاں سے جانا پڑے گا۔''

''تم اسی طرح رو رو کر کہتے رہو۔ ہو سکتا ہے مجھے تم پر رحم آ ہی جائے۔'' حمید نے مسکرا کر کہا اور کمرے سے نکل آیا۔

ڈائننگ ہال سے گذر کر وہ زینوں کی طرف جا ہی رہا تھا کہ کاؤنٹر کلرک نے اسے رکنے کا اشارہ کر کے کہا۔''آپ کی کال تھی جناب میں نے ان صاحب کے نمبر لکھ لئے ہیں۔ کوئی ضروری معاملہ تھا۔'' حمید نے اس کے بتائے ہوئے نمبروں پر رنگ کیا۔ دوسری طرف سے ایس۔ پی ماتھر کی آواز آئی۔ وہ اس سے اس کے کمرے کی آگ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

''حیرت انگیز......!'' حمید نے جواب دیا۔''لوگوں کا بیان ہے کہ کمرہ دھوئیں سے بھرا ہوا تھا لیکن وہاں آگ کا نشان تک نہیں ملا۔ ساری چیزیں بے ترتیبی سے بکھری پڑی ہیں۔ کسی نے میرے سامان کی تلاشی لی ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی۔''

''اچھا میں آ رہا ہوں۔''

''ضروری نہیں ہے۔'' حمید نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''مطلب یہ کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے اُسے میں ضروری نہیں سمجھتا۔''

''اوہ...... سمجھا...... خیر...... اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے مطلع کرنا۔''

''بہتر ہے...... شکریہ۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر حمید نے ریسیور رکھ دیا۔

اور پھر جب وہ اوپر جانے کے لئے زینے طے کر رہا تھا اس نے اپنے عقب میں قدموں کی آوازیں سنیں اور پھر دو آدمی اس کے ساتھ ہی ساتھ زینے طے کرنے لگے۔ حمید ان کے درمیان میں تھا۔

''آپ ابھی کمرہ خالی کریں گے۔'' ایک نے کہا۔

''نہیں تو بے عزتی ہوگی۔'' دوسرا بولا۔ لیکن حمید چپ چاپ زینے طے کرتا رہا۔

وہ اوپر پہنچ گئے۔ قاسم اب بھی کمرے کے سامنے موجود تھا اور خلاف توقع بہت اچھے موڈ میں نظر آرہا تھا۔ شاید روحی نے دیر تک اس سے گفتگو کی تھی۔

ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے پھر کہا۔ ''کمرہ ابھی خالی ہونا چاہئے ورنہ ہم سامان نکال کر باہر پھینک دیں گے۔''

''کیا......؟'' قاسم آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

''یہ مجھے اس کمرے سے نکالنے آئے ہیں۔ منیجر کے غنڈے ہیں۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''آپ زبان سنبھال کر بات کیجئے۔'' دوسرے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہائیں! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''کمرہ خالی کرنا پڑے گا۔''

''ابے جاؤ...... تمہارے باپ بھی خالی نہیں کرا سکتے۔'' قاسم نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

دونوں نے ایک ساتھ قاسم پر حملہ کر دیا۔ قاسم کے ہاتھی جیسے ڈیل پر دو چار گھونسے پڑے اور پھر وہ کسی ہاتھی ہی کی طرح بے زنجیر ہو گیا۔ اُس نے ان دونوں کی گردنیں دبوچیں اور اس طرح ان کے سر ٹکرانے لگا جیسے وہ آدمی نہیں مٹی کے کھلونے ہوں۔ وہ اس کی گرفت سے نکلنے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے لیکن یہ آسان کام نہیں تھا۔ ان کی گردنیں ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں

میں تھیں جو لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں موڑ دیتا تھا۔ موٹر سائیکل کو سوار سمیت اٹھا کر سڑک کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر رکھ دیتا تھا۔

شور سن کر لوگ اپنے کمروں سے نکل آئے۔ ان میں روحی بھی تھی اور حمید چپ چاپ کھڑا نہایت سنجیدگی سے ان دونوں کی بے بسی کا منظر دیکھ رہا تھا۔

قاسم انہیں گھسیٹتا ہوا زینے کی طرف لے گیا اور دھکا دیتا ہوا بولا۔ ''جاؤ اس سالے سے کہہ دینا کہ کمرہ خالی کرانے کے لئے کم از کم پچاس آدمی بھیجے۔''

ادھر حمید بلند آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔ ''یہ ہوٹل بدمعاشوں کا مرکز ہے۔ یہاں شریفوں کی عزت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ وہ مجھ سے اس طرح کمرہ خالی کرانا چاہتا ہے۔''

''کیا بات ہے ڈاکٹر صاحب۔'' روحی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

''منیجر...... کہتا ہے کہ میں کمرہ خالی کردوں۔ کیونکہ میرے قبضے میں شیطانی قوتیں ہیں۔ میں بھوت ہوں اس کے دوسرے گاہکوں سے چمٹ جاؤں گا۔''

''یہ تو بیہودگی ہے۔'' روحی نے کہا۔

''اس نے یہ دو غنڈے بھیجے تھے جنہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرا سامان کمرے سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے گا۔''

''یہ بڑا کمینہ پن ہے۔'' روحی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ایک لحظہ خاموش رہی پھر بولی۔ ''پھر آپ کا کیا ارادہ ہے...... ذرا ادھر آیئے...... میرے ساتھ۔''

حمید قاسم کو وہی ٹھہرنے کا اشارہ کرتا ہوا روحی کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا گیا۔

''ان حالات میں۔'' روحی نے آہستہ سے کہا۔ ''یہاں آپ کا قیام کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔''

''پھر...... کیا آپ بھی یہی چاہتی ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔'' حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''صرف آپ ہی نہیں بلکہ میں بھی، اس سلسلے میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ مجھ سے اتفاق کریں۔''

''کیا تجویز ہے۔''

''ہم لوگ جہاں بھی رہیں اکٹھے رہیں۔''

''کیوں......؟''

''اس سوال کا جواب دے سکتی ہوں لیکن ممکن ہے آپ اسے اپنی توہین خیال کریں۔''

''میں بہت جلدی میں ہوں۔ اگر آپ کم سے کم الفاظ میں مفہوم سمجھا دیں تو بہتر ہے۔''

''نہ جانے کیوں! میں محسوس کرتی ہوں کہ آپ کی موجودگی میں مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں رام گڈھ میں میری کوٹھی بھی موجود ہے اور میں ہر سال گرمیاں یہیں گذارتی ہوں۔''

''کوٹھی کرائے پر اٹھادی ہوگی۔''

''اس کے صرف دو کمرے کرائے پر دیئے گئے ہیں۔ چھ کمرے میں اپنے لئے خالی رکھتی ہوں۔''

''پھر یہاں دلکشا ہوٹل میں قیام کرنے کی کیا وجہ تھی۔'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''اس کی وجہ محض خوف سمجھ لیجئے۔ خیال تھا کہ ممکن ہے ہوٹل میں محفوظ رہ سکوں۔ لیکن یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ میرے دشمن کتنے دلیر ہیں۔''

''ہاں......آں......اچھا فی الحال مجھے اجازت دیجئے۔ میں سوچوں گا......اس موضوع پر۔ ویسے یہ بھی میرے لئے بڑی توہین کی بات ہوگی کہ منیجر کے غنڈوں سے مرعوب ہوکر یہاں سے چلا جاؤں۔ جب کہ میری اتنی زندگی ہی کشت وخون میں گذری ہے۔''

''کشت وخون۔'' روحی نے حیرت سے دہرایا۔

''اوہ......ہاں۔'' حمید فوراً سنبھل گیا۔ ''میری زندگی کا بیشتر حصہ افریقہ کی نیم وحشی اقوام میں گذرا ہے۔ میں ایسی جگہوں پر بھی رہا ہوں جہاں دوسرے منٹ کے لئے یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ خیریت سے گذرے گا۔''

حمید نے شاید ابھی اپنی بات ختم نہیں کی تھی کہ راہداری سے شور کی آواز آئی۔ وہ جھپٹ کر باہر نکلا۔

اس بار ان غنڈوں کی تعداد پانچ تھی اور وہ بیک وقت قاسم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ وہ لوگ جو

کچھ دیر قبل تماشائیوں کی حیثیت میں وہاں اکٹھے ہو گئے تھے ان میں سے ایک بھی راہداری میں نہیں دکھائی دیا۔ وہ سب خائف ہو کر اپنے کمروں میں جا گھسے تھے۔

قاسم پر دھڑا دھڑ گھونسے پڑ رہے تھے۔ لیکن اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ معصوم بچے اس سے خوش فعلیاں کر رہے تھے۔

حمید کے وہاں پہنچتے ہی اچانک ایک نے بڑا سا چاقو نکال لیا لیکن جیسے ہی اس نے قاسم پر حملہ کیا حمید نے اس کا اٹھا ہوا ہاتھ پکڑ کر اُسے پیچھے کھینچ لیا اور ناک پر پڑنے والے بھرپور گھونسے نے تو اسے تحت الثریٰ کی سیر کرادی۔

ذرا ہی سی دیر میں دو وہیں بیہوش پڑے تھے اور تین بھاگ نکلے تھے۔

''میں اب یہاں ......نہیں رہوں گا۔'' قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

''کیوں......؟'' حمید نے مسکرا کر پوچھا۔

''وہ ادھر والی سالیاں۔'' قاسم نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''مجھے دیکھ کر اس طرح ہنستی ہیں جیسے میں اُلو کا پٹھا ہوں۔''

حمید اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ شاید قاسم ان ہنگاموں سے ڈر گیا ہے۔ لیکن اب اسے کیا کہا جائے کہ ہنگامے کے دوران میں بھی اسے وہ لڑکیاں یاد تھیں، جو اُسے دیکھ کر بیوقوف بنانے والے انداز میں ہنسا کرتی تھیں۔

''ہم یہاں نہیں رہیں گے۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔

روحی پھر اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

اچانک زینوں سے بھاری قدموں کی آوازیں آنے لگیں اور دوسرے ہی لمحے میں منیجر دو ڈیوٹی کانسٹیبلوں کے ساتھ دکھائی دیا۔

''آؤ......آؤ......بیٹا منیجر صاحب۔'' قاسم اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔

''دیکھا آپ نے۔'' منیجر کانسٹیبلوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''ایسے خطرناک ہیں یہ لوگ اور یہ دونوں بیچارے جو بیہوش پڑے ہیں پتہ نہیں کون ہیں۔''

''ایک تمہارا خالو ہے اور دوسرا میرا بھتیجا ہے۔'' قاسم نے کانسٹیبلوں کو آنکھ مارنے کی

کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن کانسٹیبل روحی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بیہوش آدمیوں کی طرف دھیان بھی نہ دیا۔ آج انہیں اس ایکٹریس کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا جسے انہوں نے بار بار پردہ سیمیں پر دیکھا تھا۔

''یہ دونوں کمبخت......!'' روحی نے بیہوش غنڈوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''اپنے کئی آدمیوں سمیت یہاں گھس آئے تھے اور مجھے پریشان کرر ہے تھے۔ اگر یہ شریف آدمی نہ ہوتے۔''

''پپ...... پریشان کرر ہے تھے۔'' ایک کانسٹیبل نے احمقوں کی طرح دہرایا۔

''ہاں......ان شریف آدمیوں نے انہیں منع کیا اور بات بڑھ گئی۔

''ارے...... جان سے مار دینا تھا سالوں کو۔'' دوسرے کانسٹیبل نے کہا۔

منیجر بوکھلا گیا۔ وہ شائد انہیں حمید اور قاسم کی زیادتیاں دکھانے کے لئے لایا تھا۔ بہر حال اس نے اس بات کا اعتراف نہیں کیا کہ وہ غنڈے اسی کے بھیجے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔

''بہر حال یہ ہوٹل شریفوں کے رہنے کی جگہ نہیں۔'' روحی منیجر کو گھورتی ہوئی بولی۔ ''ہم لوگ ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔''

''مگر جانے سے پہلے۔'' قاسم منیجر کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔ ''تم سے اپنے وہ دس ہزار روپے وصول کرلیں گے۔ کیوں ڈاکٹر صاحب......؟ جو اس کمرے کا دروازہ توڑ کر نکالے گئے ہیں۔''

''یہ جھوٹ ہے۔'' منیجر گڑبڑا کر بولا۔

''میری عدم موجودگی میں دروازہ کیوں توڑا گیا۔'' حمید دہاڑ کر بولا۔

''دھواں......!''

''اگر کوئی چیز ہوتو مجھے دکھاؤ...... کہاں کا دھواں...... کیسا دھواں۔ میری بعض قیمتی چیزیں غائب ہوگئیں۔''

''اور دس ہزار کے نوٹ......!'' قاسم نے گرہ لگائی۔

''میں تمہاری اس حرکت کے خلاف رپورٹ درج کرانے جارہا ہوں۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کیا قصہ ہے جناب۔'' ایک کانسٹیبل نے پوچھا۔

''انہوں نے میری عدم موجودگی میں میرے کمرے کے دروازے توڑ دیئے۔''

''سینکڑوں آدمیوں نے اندر دھواں دیکھا تھا۔'' منیجر نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''ذرا آپ لوگ بھی دیکھ لیجئے۔'' حمید نے کانسٹیبلوں سے کہا۔ ''کیا اس کمرے میں آگ لگی تھی۔''

کانسٹیبل اس کے دوبارہ کہنے پر کمرے کے اندر چلے گئے اور جلد ہی باہر نکل آئے۔

''کیا خیال ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''آگ کا تو نشان بھی نہیں ہے۔'' کانسٹیبل نے جواب دیا۔

''اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔'' حمید نے منیجر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہاں سینکڑوں آدمی موجود تھے۔''

''ختم کیجئے ڈاکٹر صاحب۔'' روحی آگے بڑھ کر بولی۔ ''ہمیں یہاں سے چلا جانا چاہئے۔''

''پولیس کو باقاعدہ اطلاع دیئے بغیر نہیں جائیں گے۔''

کانسٹیبلوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور منیجر ہکلا ہکلا کر حمید کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

دونوں بیہوش غنڈے ہوش میں آگئے تھے۔

''کہاں چلے بے تم دونوں۔'' قاسم انہیں کھسکنے کا ارادہ کرتے ہوئے دیکھ کر دہاڑا۔

''جانے دو۔'' حمید نے کہا۔ ''وہ اس کا اعتراف ہی نہ کریں گے کہ انہیں منیجر نے بھیجا تھا۔''

''آپ خواہ مخواہ اتہام لگا رہے ہیں۔'' منیجر بولا۔

''یہ ہمارے ساتھ جائیں گے۔'' ایک کانسٹیبل نے کہا۔ ''آپ تھانے میں رپورٹ کر دیجئے۔''

پھر اس نے اس انداز میں روحی کی طرف دیکھا جیسے کوئی کتا کسی چوہے کا شکار کرنے کے بعد اپنے مالک سے داد طلب کرے۔

قاسم کا اغوا

روحی کی کوٹھی بڑی شاندار تھی۔ حمید اور قاسم دونوں اپنے سامان سمیت اس کے ساتھ یہیں آ گئے تھے۔ قاسم بہت خوش تھا اور اس کا خیال تھا کہ اب اس کی محنت وصول ہوئی ہے۔ خوشی اس بات کی نہیں تھی کہ روحی جیسی مشہور اداکارہ کے ساتھ اس کا قیام تھا بلکہ اس اتفاق پر سرور تھا کہ روحی کی کرایہ دار ایک لحیم شحیم عورت تھی۔ کوٹھی کے دو کمرے اس کے تصرف میں تھے۔ لیکن وہ اس طرح ان میں آ کر گھل مل بیٹھی جیسے وہ روحی کے خاندان کی ایک فرد ہو۔

اس کا نام نوشابہ تھا۔ رام گڑھ کے ایک گرلز ہائی سکول میں ہیڈ مسٹریس تھی لیکن اس کی طالبات اسے عموماً ہیڈ مونسٹریس کہتی تھیں۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ جسم کی بناوٹ ایسی تھی جسے قاسم کے علاوہ شاید ہی کوئی پسند کر سکتا۔ اس کا چہرہ اس کے جسم میں صرف ایک اضافہ معلوم ہوتا تھا اور کچھ نہیں۔ ناک واضح ترین تھی اور نچلا ہونٹ اپنے پھیلاؤ کی بناء پر نہ جانے کیوں کسی اداس خچر کا تصور پیش کرتا تھا۔ حالانکہ نوشابہ کے متعلق یہ سوچا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ کبھی اداس بھی ہوتی ہوگی۔ اس میں سب سے زیادہ نمایاں چیز اس کی آواز تھی۔ آواز یقیناً ایسی تھی کہ حمید اس کی شکل دیکھے بغیر ہی اس پر بھی فریفتہ ہو جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ مگر جب وہ سامنے آئی تو حمید کے بجائے قاسم کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے حمید کو الگ لے جا کر کہا۔

''دیکھو حمید بھائی! میں تمہاری عزت کروں گا اور تم میری عزت کرنا۔''

''لیکن ......ڈفر......تم حماقتوں پر نہیں اتر آؤ گے۔'' حمید بولا۔

''کیسی حماقتیں۔''

''تم اپنا مداری پن نہیں دکھاؤ گے۔''

''ارے......وہ......تو...... میں روحی کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں منہ سے لوہے کے گولے نکال سکتا تھا۔ سلاخیں موڑ سکتا ہوں۔ پیٹ پر پتھر تڑوا سکتا ہوں۔''

''تم گدھے ہو۔''

''اگر تم یہی جملہ کسی دوسرے کے سامنے دہراؤ گے تو میں تمہاری گردن مروڑ دوں گا۔ حمید بھائی...... ہاں۔''

حمید نے بات آگے نہیں بڑھائی۔ اس پر سراغ رسانی کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ فریدی کی موجودگی میں شاید وہ اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرتا لیکن اس کے کمرے میں دھوئیں والی روایت روحی پر ہونے والے حملے سے زیادہ سنسنی خیز تھی۔ کیا دلکشا کا منیجر ہی اس کا ذمہ دار تھا۔ اسے قاسم کی بوکھلاہٹ بھی یاد تھی جب اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی غائب ہو جانے کا تذکرہ کیا تھا۔ ٹھیک اسی وقت روحی پر حملہ بھی ہوا تھا لیکن اب وہ روحی کے معاملے کو اس کی گفتگو کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا، جو اس کے اور ماتھر کے درمیان میں ہوئی تھی۔ ماتھر کا خیال ہے کہ ان حملوں کی ذمہ دار خود روحی ہے۔

پہلے تو حمید اسے واقعات کا صرف ایک امکانی پہلو سمجھا تھا مگر اب اسے روحی کا رویہ یاد آ رہا تھا۔ ان حالات میں اس کا رویہ یقینی طور پر قطعی خلاف فطرت تھا۔ یعنی اسے اپنے چچا زاد بھائی اور باڈی گارڈ کی اچانک گمشدگی پر ذرہ برابر بھی تشویش نہیں تھی۔ اس کے دو ہی معنی ہو سکتے تھے یا تو باڈی گارڈ ہی اس حملے کا ذمہ دار تھا یا پھر روحی نے سچ مچ کسی قسم کا ڈھونگ رچا رکھا تھا۔

حمید سوچتا رہا لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔

ویسے شام کی چائے پر اس نے ایک بار پھر وہی تذکرے چھیڑ دیئے۔

''جی ہاں۔'' روحی بولی۔ ''میرے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ میں کسی خاص آدمی کے خلاف اپنا شبہ ظاہر کروں۔ ویسے میرا چہرہ بگاڑ دینے کی کوشش کئی بار کی جا چکی ہے۔''

''مجھے حیرت ہے کہ آپ اس سلسلے میں کسی خاص آدمی کا نام نہیں بتا سکتیں۔''

''ناممکن ہے...... جب تک شبہات حقیقت کی سرحدوں کو نہ چھونے لگیں میں کسی کا بھی نام نہیں لے سکتی۔ آپ سمجھتے ہیں نا میرا مطلب۔''

''جی ہاں...... میں سمجھتا ہوں۔'' حمید نے کہا اور پھر ایک لحظہ خاموش رہ کر بولا۔

''آپ کو اپنے باڈی گارڈ کی گمشدگی پر تشویش نہیں ہے۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھے تشویش نہیں ہے۔ لیکن میں تشویش کر کے کروں گی کیا۔''

''آہا......تب تو یہ حرکت اسی کی ہوگی۔''

''میں وثوق کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتی۔''

''آپ مجھے اپنے ساتھ کیوں لائی ہیں۔''

''اس سوال کا جواب مشکل ہے۔'' روحی مسکرا کر بولی۔ ''ویسے میرا خیال ہے کہ میری ہی طرح آپ بھی کچھ نامعلوم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔''

''نہیں میرے دشمن ایسے نہیں جنہیں نامعلوم کہا جاسکے۔'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''وہ غنڈے منیجر ہی کے بھیجے ہوئے تھے لیکن یہ تو بتائیے کہ سارا الزام آپ نے اپنے سر کیوں لے لیا تھا۔''

''یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں جس کے لئے آپ الجھن میں مبتلا ہوں۔''

''ارے......ہپ......!'' قاسم کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

اس کے بعد چائے خاموشی ہی سے ختم ہوگئی۔ پھر جب وہ باہر پائیں باغ میں آئے تو وہاں نوشابہ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ پہلے وہ انہیں دیکھ کر ہنسی اور پھر الفاظ کا بحر ذخار موجیں مارنے لگا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے بیک وقت کئی عورتیں بول رہی ہوں۔ گفتگو کے ساتھ ہی ساتھ وہ ہنسنے کی بھی عادی تھی اس طرح باتیں کرتے وقت کئی قسم کی آوازوں کا احساس ہوتا تھا۔ حمید نے محسوس کیا کہ قاسم اور نوشابہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے خود کو پوز کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ نوشابہ میں اس کی صلاحیت تھی لیکن قاسم......وہ حد درجہ مضحکہ خیز نظر آنے لگا تھا۔ پہلے اس نے فوجیوں کے سے انداز میں کھڑے ہونے کی کوشش کی پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ خود بھی کوئی خامی محسوس کررہا ہو۔

ان کا تعارف تو پہلے ہی ہوچکا تھا۔ لیکن ان دونوں نے براہِ راست ایک بار بھی گفتگو نہیں کی تھی۔

نوشابہ بے تحاشہ باتیں کررہی تھی۔ رام گڈھ کے موسم کی باتیں۔ بہار میں پھولنے والے درختوں کی باتیں، درختوں سے جست لگا کر دنیا کے جغرافیہ کی باتیں پھر وہ جغرافیہ سے بیک وقت محکمہ تعلیم کی نالائقیوں پر اتر آئی...... بہرحال یہ گفتگو اس کے اپنے موٹاپے کی پیدا کردہ

مصیبتوں پر ختم ہوگئی۔

''ہی ہی......!'' دفعتاً قاسم ہنسا۔''موٹا ہونا تو بڑی......اچھی بات ہے۔''

''کیا اچھی بات ہے......آدمی کسی کام کا نہیں رہتا۔'' نوشابہ نے کہا۔

''واہ رہتا کیوں نہیں......کیا میں کسی سے کم موٹا ہوں۔ لیکن میں کیا نہیں کرسکتا۔ لوہے کی موٹی موٹی......اُوپ......!''

دفعتاً اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اسے یاد آ گیا تھا کہ حمید نے اُسے اپنے مداری پن کے اظہار سے باز رہنے کی تاکید کی تھی۔

''ہوگا جناب......آپ کر سکتے ہوں گے۔ لیکن مجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا۔''

''ہی......ہی......ہی......!'' قاسم احمقوں کی طرح ہنس کر خاموش ہوگیا۔

حمید اور روحی خاموش تھے۔

سورج دور کی پہاڑیوں میں غروب ہورہا تھا اور رات سکوت کے پرچم اڑاتی ہوئی مغربی افق میں پرواز کررہی تھی۔

''مس روحی آپ نے بہت اچھا کیا کہ یہاں چلی آئیں۔'' نوشابہ نے کہا۔

''اوہ......وہ......!'' روحی بڑبڑائی۔ وہ سڑک کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اچانک اس نے حمید سے کہا۔''ڈاکٹر......وہ شائد کوئی کار ادھر ہی آ رہی ہے۔''

سڑک بلندی پر تھی اور یہاں سے کار صاف نظر آ رہی تھی۔ مگر روحی کی یہ توقع غلط ثابت ہوئی کہ کار اس کی کوٹھی ہی کی طرف آ رہی ہے۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کرنے کے بعد وہ برآمدے میں آ بیٹھے۔

اب قاسم بھی اچھی طرح جھکنے لگا تھا۔ لیکن اُسے حیرت تھی کہ آخر اتنی خوبصورت عورت کی موجودگی میں بھی حمید پر سنجیدگی کیوں طاری ہے۔

نوشابہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ اس دوران میں روحی حمید کو بہت غور سے دیکھتی رہی تھی اور حمید کا مرکز نگاہ قاسم تھا۔

نوشابہ کے جاتے ہی وہ روحی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''میں نے آپ کو یہاں لاکر آپ کے ساتھ زیادتی تو نہیں کی۔'' روحی نے کہا۔

''فی الحال اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔'' حمید معنی خیز انداز میں مسکرایا اور روحی جلدی سے بولی۔ ''نہ جانے کیوں میں محسوس کرتی ہوں کہ آپ کے ساتھ میں محفوظ رہوں گی۔ اب آپ اسے خودغرضی ہی کہہ لیجئے کہ میں اس کے لئے آپ کو ہوٹل کی تفریحات سے نکال لائی۔''

''اگر آپ یہ محسوس کرتی ہیں تو میں آپ کا دل نہیں توڑوں گا۔ مگر ایک شرط کے ساتھ...... نہ آپ مجھے میرے کسی شغل پر ٹوکیں گی اور نہ میرے دوست مسٹر قاسم کو...... ہوسکتا ہے کہ انہیں آپ کی کرایہ دار سے عشق ہو جائے۔''

''ار...... ام......'' قاسم غصیلے لہجے میں ہکلایا۔ ''مم...... مذاخ نہیں پاسند کرتا۔''

''میں مجبور ہوں قاسم صاحب...... آپ کے ستارے......!''

''ستارے کہہ رہے ہیں۔'' قاسم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

روحی بے تحاشہ ہنسنے لگی۔ کیونکہ قاسم نے شرما کر سر جھکا لیا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی ہاتھی دوہرا ہو گیا ہو۔

''آپ کے کیا مشاغل ہوں گے ڈاکٹر اوہان۔'' روحی نے مسکرا کر پوچھا۔

''ارے...... ان کے مشاغل...... ہی ہی ہی......!'' قاسم بے تحاشہ ہنسنے لگا اور حمید کی روح فنا ہوگئی۔ کہیں موڈ میں آ کر سب کچھ اگل نہ دے...... مگر ایسا نہیں ہوا۔ قاسم کی ہنسی گہری سنجیدگی پر ختم ہوگئی۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی موٹر کا انجن اسٹارٹ ہو کر یک بیک رک جائے۔

حمید نے اطمینان کی سانس کے ساتھ ہی ساتھ دو چار فالتو قسم کی سانس بھی لیں اور اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔'' روحی نے کہا۔

''میرے مشاغل کا انحصار مواقع پر ہے۔''

''میں مبہم جواب نہیں چاہتی۔''

''آپ مبہم جواب نہیں چاہتیں۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔ ''میرے مشاغل ستاروں کی چال پر منحصر ہیں۔ آپ خود ہی دیکھ لیں گی۔''

''آپ تو ڈرا رہے ہیں...... مجھے......اس طرح نہ دیکھئے میری طرف۔''

''کسی دوسری طرف دیکھئے۔'' قاسم نے مخلصانہ انداز میں مشورہ دیا۔

پھر قاسم کچھ بے چین سا نظر آنے لگا اور اس کی وجہ بھی حمید کی سمجھ میں آ گئی۔

نوشابہ قریب ہی کے کمرے میں گنگنا رہی تھی۔ دفعتاً روحی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ذرا علیحدگی میں.....کیا آپ میری ایک بات سن لیں گے۔''

''ضرور......یقیناً......!'' حمید بھی اٹھ گیا۔

قاسم وہیں بیٹھا رہا لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے ان کے اٹھ جانے کی ذرا برابر بھی پرواہ نہ ہو۔

روحی حمید کو ایک کمرے میں لائی۔ یہاں مختلف قسم کے ساز ادھر اُدھر بکھرے نظر آ رہے تھے۔ نیچے قالین کا فرش تھا۔ یہاں فرنیچر نہیں تھا۔ روحی چند لمحے حمید کو عجیب انداز میں دیکھتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔

''اگر آپ پہچان لئے گئے ہوں تو۔''

''میں نہیں سمجھا......!'' حمید نے حیرت ظاہر کی۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ......!''

''کیا جانتی ہیں کہ میں......!'' حمید بھی اسی لہجے میں کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''کیا آپ کا تعلق ادارہ روابط عامہ سے نہیں ہے؟'' روحی کی مسکراہٹ کا انداز فاتحانہ تھا۔

حمید اس نام پر چونک پڑا کیونکہ آج ہی ماتھر نے اس سے اس ادارے کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ سوال بجلی کی طرح اس کے ذہن میں کوند گیا۔ کیا روحی نے بھی اپنے دشمنوں پر قابو پانے کے لئے اس ادارے سے مدد طلب کی ہے؟

''کیوں؟ کیا آپ میری بات کا جواب نہیں دیں گے۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ میں نے دلکشا سے یہاں آنے میں غلطی تو نہیں کی۔''

حمید نے قالین سے ایک وائلن اٹھا لیا اور روحی کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس کے تار ہلانے لگا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ بہرحال اس نے جلد ہی اس کا

فیصلہ کرلیا۔

''آپ ان جھگڑوں میں نہ پڑیئے۔'' اس نے تاروں پر قوس پھیرتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو یہاں لا کر آپ کی اسکیم میں خلل انداز تو نہیں ہوئی۔''

''نہیں......!'' حمید کا مختصر سا جواب تھا۔

اس نے وائلن پر ایک گت چھیڑ دی تھی۔

''اوہ......آپ تو بہت اچھا بجاتے ہیں۔'' روحی نے کہا اور حمید نے وائلن کو قالین پر ڈال دیا۔

''بجایئے نا......!'' روحی جلدی سے بولی۔

''آپ کو کچھ اور بھی پوچھنا ہے۔''

''بس اتنا ہی کہ آپ کو سچ مچ نجوم میں دخل ہے یا وہ بھی محض حکمت عملی تھی۔''

''اگر دخل نہ ہوتا تو میں آپ کو بلی کے متعلق کیسے بتا سکتا۔''

''مجھے اس کے غائب ہوجانے کا بے حد افسوس ہے۔''

''آپ نے ادارہ کو اپنے دشمنوں کے نام کیوں نہیں بتائے۔'' حمید نے پوچھا۔

''نام میں جانتی ہی نہیں۔ میں صحیح اندازہ نہیں کر پائی کہ میرا دشمن کون ہوسکتا ہے۔ رام گڈھ والے دفتر کے انچارج ڈاکٹر سلمان نے کہا تھا وہ خود ہی دشمنوں کو تلاش بھی کرلیں گے۔''

پھر حمید یہ پوچھتے پوچھتے رک گیا کہ اس کے لئے معاوضہ طے ہوا تھا۔ اس نے ایک بار پھر گمشدہ باڈی گارڈ کا تذکرہ چھیڑنا چاہا لیکن دور اندیشی نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔ روحی کی نظروں میں اب اس کی حیثیت یکسر بدل چکی تھی۔ لہٰذا اب بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی۔

روحی آہستہ سے بولی۔ ''ایک حملہ آپ کی موجودگی میں بھی ہوا ہے لیکن کیا آپ مجھے میرے دشمن کا نشان پتہ بتا سکیں گے۔''

''نہیں......!''

''بتانا نہیں چاہتے یا آپ کو علم ہی نہیں ہوسکا۔''

''میں نہیں جانتا کہ حملہ آور کون تھا۔ ویسے شبہ ہے کہ وہ آپ کا باڈی گارڈ بھی ہوسکتا ہے۔''

''خدا جانے۔''

''ڈاکٹر سلمان سے آپ کی کیا گفتگو ہوئی تھی۔''

''اوہ......!'' روحی چونک کر اُسے گھورنے لگی اور حمید کو فوراً ہی احساس ہو گیا کہ اس کا یہ سوال قطعی بے محل تھا۔

وہ جلدی سے بولا۔ ''میرا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آپ کو جو احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کو کہا تھا آپ نے اس پر کہاں تک عمل کیا ہے۔''

''میں ابھی تک ان کے مشوروں کی پابند رہی ہوں۔''

''یہی پوچھنا تھا۔'' حمید نے کہا اور بیٹھ کر طبلہ بجانے لگا۔

''آپ کو موسیقی سے بہت زیادہ دلچسپی ہے شائد۔''

''بہت......!'' حمید ہاتھ روک کر بولا۔ ''طالب علمی کے زمانے میں کالج کے ڈراموں میں ڈانس ڈائریکٹ کیا کرتا تھا۔ آج میرے پاس ناچوں کی ایسی گتیں ہیں جن کا جواب شائد ہی کہیں مل سکے۔''

''اوہو......!'' روحی مسکرائی۔ ''دعویٰ کر رہے ہیں آپ۔''

''ہاں...... یہ میرا دعویٰ ہے......خصوصاً رقص نجوم......ستاروں کا ناچ۔''

''شائد آپ ستارے پکا کر کھاتے بھی ہوں۔'' روحی ہنس پڑی۔

''پرواہ نہیں......اگر آپ اسے بکواس سمجھتی ہیں تو میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں......خیر...... نہیں......جانے دیجئے۔''

حمید کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار نظر آنے لگے اور اس نے گرج کر کہا۔ ''آپ کی تباہی نزدیک ہے۔ میرا تعلق کسی ادارے سے نہیں یہ اتنی گفتگو میں نے محض اس لئے کی تھی کہ معلوم کر سکوں کہ آپ کس قسم کے جال میں پھنسی ہوئی ہیں۔''

روحی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

''کیسے جال میں پھنسی ہوئی ہوں۔'' اس نے خالی خالی آواز میں پوچھا۔

''میں بہت کچھ بتا سکتا ہوں......بشرطیکہ آپ مجھ سے کچھ نہ چھپائیں۔''

روحی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''آپ کا تعلق ادارہ روابط عامہ سے نہیں ہے۔''

''نہیں...... مجھے اس ادارے سے دلچسپی ضرور ہے کیونکہ یہ ادارہ ساری دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔''

''پھر آپ نے کیوں کہا تھا کہ آپ کا تعلق اسی ادارہ سے ہے۔''

''یہ میں نے نہیں آپ نے کہا تھا۔'' حمید بولا۔ ''بس میں نے تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلیا تھا کہ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔''

روحی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے اس کے پاس الفاظ ہی نہ ہوں۔ پھر وہ کچھ کہنے والی تھی کہ اچانک انہوں نے کسی کی چیخیں سنی۔ حمید اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا کیونکہ وہ چیخیں قاسم کے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی تھیں۔

راہداری میں نوشابہ ملی۔ جو بدحواسی میں اسی طرف دوڑی آرہی تھی۔

''باہر...... پپ...... پائیں باغ میں۔'' وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

حمید بے تحاشہ دوڑ رہا تھا۔ اس نے اس کا جملہ پورا ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا۔ اس وقت وہ خاکی پتلون اور کتھئی رنگ کے جیکٹ میں تھا اور اس کی جیب میں ریوالور بھی موجود تھا۔ جیکٹ کے نیچے کارتوسوں کی پیٹی تھی۔ ہوٹل سے چلتے وقت ہی اسے احساس ہوگیا تھا کہ وہ عنقریب انجانے خطرات میں گھر جائے گا ورنہ اسکے کمرے میں دھوئیں کا کیا مطلب تھا۔ پائیں باغ میں اسے کوئی نظر نہیں آیا لیکن سامنے سڑک پر ایک ٹرک کھڑا ہوا دکھائی دیا اور پھر وہ فوراً ہی چل پڑا۔

ایک بار پھر حمید نے قاسم کی دہاڑ سنی۔ یہ آواز اسی ٹرک سے آئی تھی۔ حمید سڑک تک دوڑتا چلا گیا۔ مگر ٹرک اس سے پہلے ہی اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا۔

فادر آگیا

وہ پھر اسی طرح دوڑتا ہوا پائیں باغ میں واپس آیا۔ روحی اور نوشابہ وہاں موجود تھیں۔

نوشابہ اپنے مخصوص لہجے میں چنگھاڑ رہی تھی۔ شاید وہ روحی کو قاسم کے متعلق کچھ بتا رہی تھی۔

''کوئی گاڑی ہے یہاں۔'' حمید نے تیزی سے پوچھا۔ وہ بُری طرح بے چین نظر آ رہا تھا۔

''ہے گیراج میں......ایک اسٹیشن ویگن۔''

''گیراج کدھر ہے۔''

روحی تقریباً دوڑتی ہوئی اس کے ساتھ گیراج کی طرف جا رہی تھی۔

اسٹیشن ویگن حالانکہ بہت دنوں سے استعمال میں نہیں تھی لیکن آرڈر میں تھی۔

''بیٹھو......!'' حمید نے روحی کو اسٹیشن ویگن میں دھکیلتے ہوئے کہا۔

''میں......میں......!'' روحی ہکلائی۔

''ہاں......میں تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔''

''کیوں......!'' روحی نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

''راستے میں بتاؤں گا۔''

حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گاڑی گیراج سے باہر نکلی اور پائیں باغ سے گذر کر سڑک پر آ گئی۔

''میرا خیال ہے کہ وہ اس سڑک پر کوئی بڑا ٹرک تیزی سے نہ چلا سکیں گے۔'' حمید نے کہا اور روحی بولی۔ ''لیکن آپ مجھے اس خطرناک مہم پر کیوں لے جا رہے ہیں۔''

''ہوسکتا ہے کہ اس میں بھی ان لوگوں کی کوئی چال ہو۔ مجھے اس بہانے سے باہر نکال کر تم پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد تم اور نوشابہ وہاں تنہا رہ جاتیں۔ ابھی تمہارے نوکر بھی وہاں نہیں پہنچے۔ شام کی چائے تم نے ہی بنائی تھی۔''

''مگر اب اندھیرا پھیلتا جا رہا ہے اور آپ تنہا ہیں۔''

''اس کی پرواہ نہ کرو۔'' حمید نے کہا۔ ''ہاں نوشابہ نے کیا بتایا تھا۔''

''قاسم صاحب پائیں باغ میں تھے۔ نوشابہ بھی وہیں تھی اچانک رسی کا ایک پھندا قاسم صاحب کی گردن میں آ پھنسا اور وہ زمین میں گر پڑے۔ پھر پانچ چھ آدمی ان پر آ گرے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی۔ یہ دیکھنے کے لئے وہ وہاں رکی ہی نہیں کہ وہ انہیں کہاں لے گئے۔

ویسے اس نے اس واقعے سے کچھ دیر قبل سڑک پر ایک ٹرک رکتے ضرور دیکھی تھی۔ کہیں یہ لوگ انہیں غنڈوں کے ساتھی نہ ہوں جن کی مرمت آپ لوگوں نے دلکشا میں کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے۔"

اسٹیشن ویگن پہاڑی سڑک پر چکراتی رہی۔

"اگر وہ سب ہم پر آ پڑے تو آپ کیا کریں گے۔" روحی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بیٹی کا آخری کارتوس بھی پھونک دوں گا اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"کارتوس......کیا آپ کے پاس ریوالور بھی ہے۔"

"ڈرو نہیں......اس کا لائسنس بھی ہے۔" حمید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"اب کافی اندھیرا پھیل گیا تھا......حمید کو ہیڈ لائیٹس روشن کردینی پڑیں۔"

"کیا نوشابہ بھی تنہا رہتی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ارے انتہائی درجہ کنجوس ہے۔ ایک نوکر بھی نہیں رکھ سکتی۔ کھانا خود پکاتی ہے۔ ویسے کپڑے اتنے شاندار پہنتی ہے کہ بس دیکھتے ہی رہ جائیے۔ دن میں کئی بار لباس تبدیل کرتی ہے۔"

"اوہو......ہم تو شہر کے قریب آ پہنچے۔" حمید نے کہا......"لیکن مگر ٹھہرو مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں اس دوسری سڑک کو شہر والی سڑک سمجھا تھا۔ نہیں وہ قاسم کو ایسی حالت، میں شہر کی طرف لانے کی ہمت نہیں کریں گے۔"

"کیوں......؟"

"اوہو......اس آدمی کو دیر تک قابو میں رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ خیر اب ادھر آئے ہیں تو اس واقعہ کی رپورٹ پولیس کو بھی دیتے چلیں۔"

روحی کچھ نہ بولی۔ بہرحال اب اس کے چہرے پر خوف یا الجھن کے آثار نہیں تھے۔ ہو سکتا ہے وہ ان نامعلوم آدمیوں اور حمید کے ٹکراؤ سے ڈرتی رہی ہو اور اب اس کے امکانات نہ دیکھ کر مطمئن ہوگئی ہو۔

کوتوالی میں رپورٹ درج کرانے کے بعد حمید روحی سمیت کیپٹن ماتھر کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگیا۔

ماتھر سے ملاقات نہ ہوسکی۔ وہ موجود نہیں تھا...... لیکن کوتوالی میں روحی کی آمد ایسی نہیں تھی کہ وہاں کی فضا پرسکون رہ جاتی۔ لوگ اپنے کام چھوڑ چھوڑ کر اسے دیکھنے کے لئے اکٹھا ہو گئے۔

یہ حالت دیکھ کر حمید کو ماتھر کے بنگلے ہی میں پناہ لینی پڑی۔

لیکن یہ ایک زبردست غلطی تھی۔ اسے کم از کم ماتھر کی عدم موجودگی میں اس کے بنگلے میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا۔

ماتھر کے گھر والے اسے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ انہوں نے جب اس کے ساتھ روحی کو دیکھا تو سارے کے سارے ڈرائینگ روم میں اکٹھا ہو گئے۔ ادھر ادھر کی باتیں چھڑ گئیں اور روحی حیرت سے ان کی گفتگو سنتی رہی۔ ماتھر کی بیوی بار بار اسے کیپٹن حمید کے نام سے مخاطب کر رہی تھی اور حمید کا یہ عالم تھا جیسے اسے بھرے بازار میں ننگا کر دیا گیا ہو۔

اس دوران میں کرنل فریدی کے تذکرے بھی ہوتے رہے۔ روحی کبھی حیرت سے حمید کی طرف دیکھتی اور کبھی ان لوگوں کی طرف۔

دفعتاً حمید نے اس سے کہا۔ ”آپ نوشابہ کو فون کر دیجئے کہ آپ صبح سے پہلے واپس نہیں آئیں گی۔“

”کیوں......!“

”ماتھر صاحب کے آجانے پر میں فورس لے کر قاسم کی تلاش میں جاؤں گا اور آپ یہیں رہیں گی۔“

”اوہ...... ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔“ ماتھر کی سالی نے کہا۔

”نہیں میں اتنی تکلیف نہیں دے سکتی۔ حرج کیا ہے۔ میں واپس چلی جاؤں گی۔“

”میں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔“

روحی خاموش ہو گئی اور پھر تجویز کے مطابق اس نے نوشابہ کو فون کر دیا۔ نوشابہ بہت فکر مند تھی مگر اتنی خائف بھی نہیں تھی کہ تنہا رات نہ گذار سکتی۔

آدھے گھنٹے بعد ماتھر واپس آ گیا۔ روحی اس کی سالیوں کے ساتھ اندر چلی گئی۔

”تم کیا کرتے پھر رہے ہو کپتان صاحب۔“ ماتھر نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔

اس پر اُس نے سارے واقعات دہراتے ہوئے کہا۔ ''میں قاسم کو تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ کم از کم پانچ مسلح کانسٹیبل ہونے چاہئیں۔''

''لے جاؤ...... کہو تو میں بھی ساتھ چلوں۔ ویسے مجھے امید نہیں ہے کہ قاسم کو پاسکو......وہ ایک موٹی مرغی ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''رام گڈھ آج کل لاقانونیت کا مرکز بن گیا ہے۔ میرا خیال ہے یہ اُسی گروہ کا کام ہے جس کا سراغ پانے میں ہم ابھی تک ناکام رہے ہیں۔ اس گروہ کا طریق کار ہے کہ شہر کے متمول ترین آدمیوں کو اغواء کیا جاتا ہے پھر ان کے ورثاء سے بھاری رقموں کے مطالبے کئے جاتے ہیں۔ جب تک رقم وصول نہیں ہوجاتی وہ اغواء کئے ہوئے آدمی کو چھوڑتے نہیں۔ بعض اوقات تو رقمیں وصول ہوجانے کے بعد بھی نہیں چھوڑتے اور مزید رقم کا مطالبہ کر بیٹھتے ہیں۔''

حمید کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''تب تو وہ یقیناً ایک موٹی مرغی ہے۔ آپ نے خان بہادر عاصم کا نام تو سنا ہی ہوگا۔''

''ہاں...... کیوں نہیں۔''

''قاسم انہیں کا لڑکا ہے۔''

''آہا......تب تو اس کی طرف سے مایوس ہوجاؤ۔''

''مگر یہ ناممکن ہے کہ میں صبر کر کے بیٹھ جاؤں۔''

''اچھا ہے بیٹھو...... یہ تو بہت اچھا ہوا کہ تمہارا ایک دوست ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا جن سے رام گڈھ کی پولیس تنگ آ گئی ہے۔''

حمید کچھ نہیں بولا۔ اُس نے دس مسلح کانسٹیبلوں کے ساتھ سارا علاقہ چھان مارا جہاں سے قاسم کی بازیابی کے امکانات ہوسکتے تھے لیکن دو بجے رات تک بھٹکتے رہنے کے باوجود بھی اس کا سراغ نہ ملا اور حمید تھک ہار کر واپس آ گیا۔

رات ماتھر کے ہاں بسر کی اور صبح کو وہ دونوں کوٹھی کیلئے روانہ ہوگئے۔ روحی خاموش تھی۔

''کیوں کیا تم اب مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتیں؟''

''میری ایک بہت بڑی الجھن رفع ہوگئی۔'' روحی دلآویز انداز میں مسکرائی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ ''یہ حقیقت ہے کہ میں ابھی تک آپ کی طرف سے مطمئن نہیں تھی۔''

''کیا سمجھتی تھیں۔''

''کوئی بہت بڑا فراڈ......!''

''وہ تو میں اب بھی ہوں۔ چونکہ میں قانون کی حفاظت کے لئے فراڈ کرتا ہوں۔ اس لئے اس فراڈ کو حکمت عملی کہیں گے۔ اگر کوئی عام آدمی مقصد براری کے لئے یہی طریقہ اختیار کرے تو وہ قانون کی نظر میں فراڈ ہوگا۔''

''اب آپ قاسم صاحب کے لئے کیا کریں گے۔''

''دیکھا جائے گا۔'' ان کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ وہ اسکے باپ سے ایک لمبی رقم وصول کریں۔''

''قاسم صاحب کون ہیں۔''

''میرا خیال ہے کہ تمہارا احسن اس کا شرمندہ احسان بھی ہے۔''

''کیا مطلب......میں نہیں سمجھی۔''

''تمہارے جسم پر اس وقت اسی کے ملوں کے کپڑے ہیں۔ سارے ملک میں اس کے ملوں سے بہتر کپڑے کوئی دوسرا مل نہیں نکال رہا ہے۔''

''کون سے مل۔''

''عاصم ٹیکسٹائل۔''

''اوہو......!'' روحی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔

کچھ دیر خاموش رہی پھر روحی نے کہا۔ ''آپ نے ڈاکٹر اوہان کا بہروپ کیوں بنایا تھا۔''

''ہمارے محکمے کے لوگ پبلک زندگی میں اپنی اصلیت کے ساتھ کبھی نہیں آتے۔''

''مگر آپ کا یہ روپ بے مقصد نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ صاف ظاہر ہے کہ آپ اس طرح دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر بلی والا معاملہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔''

''اوہ میری ستارہ شناسی بہرحال اپنی جگہ پر اٹل ہے۔''

روحی کچھ نہیں بولی۔ نہ جانے کیوں وہ پھر کچھ فکر مندسی نظر آنے لگی تھی۔

وہ کوٹھی پہنچ گئے۔ نوشابہ موجود تھی لیکن اس کا چہرہ بالکل زرد تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ برسوں سے خوف کی حالت میں زندگی گذار رہی ہو۔ اس نے ایک بے جان سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

''اوہو......آپ لوگ آ گئے۔ پچھلی رات میں بوڑھی ہوگئی۔''

''کیا بات ہے۔'' حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اندر چلئے......اطمینان سے بتاؤں گی۔''

روحی بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ نوشابہ نے ان کے بیٹھنے کا انتظار نہیں کیا۔

''آپ کا فون آنے سے پہلے مجھے صرف تشویش تھی۔'' اس نے روحی سے کہا۔ ''لیکن آپ کے متعلق معلوم ہوجانے کے بعد ہی سے پریشانی شروع ہوگئی۔ آپ جانتی ہیں کہ میں ہمیشہ یہاں تنہا رہی ہوں اور کبھی میرا وزن ایک اونس بھی کم نہیں ہوا۔ لیکن میرا دعویٰ ہے......!''

وہ خاموش ہو کر مسکرائی اور پھر بولی۔ ''میرا دعویٰ ہے کہ رات سے اب تک کم از کم دس پونڈ ضرور کم ہوگئی ہوں گی۔''

''ایک افسوس ناک خسارہ۔'' حمید روحی کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔ لیکن نوشابہ اس ریمارک سے بے پرواہ بولتی رہی۔ ''میں نے خود اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھا ہے۔ وہ کچھ تلاش کر رہے تھے۔ ان کا ایک آدمی میرے سر پر مسلط تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ پھر جب وہ چلے گئے تو میں نے پوری کوٹھی کا چکر لگایا۔ انہوں نے صرف ڈاکٹر اوہان اور ان کے دوست کا سامان الٹ پلٹ ڈالا تھا۔ اس کے علاوہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کسی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ اب آپ خود سوچئے کہ باقی رات کس طرح گذاری ہوگی میں نے......وہ تعداد میں پانچ تھے اور انہوں نے اپنے چہرے نقابوں سے چھپا رکھے تھے۔''

''ڈاکٹر اوہان کا ستارہ گردش میں ہے۔'' حمید بڑبڑایا اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ حقیقتاً ایک بار پھر ہوٹل ہی کی طرح اس کا سامان بکھرا ہوا نظر آیا۔ یعنی شاید دوسری بار کسی نے اس کے سامان کی تلاشی لی تھی۔ لیکن سامان کی تلاشی سے حمید کی شخصیت کے متعلق اندازہ کر لینا ناممکنات میں سے تھا۔ اس نے اپنے پاس کوئی ایسی چیز رکھی ہی نہیں تھی جس سے اس کی

اصلیت پر روشنی پڑ سکتی۔ لیکن قاسم کے سامان کے متعلق حمید کو علم نہیں ہو سکتا تھا کہ تلاشی لینے والوں نے قاسم کے متعلق معلومات حاصل ہی کر لی ہوں۔ ویسے خود اس کی زبان سے کچھ اگلوا لینا آسان کام نہیں تھا۔

وہ اپنی چیزیں ترتیب سے لگانے لگا۔ اتنے میں روحی بھی وہاں پہنچ کر اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔

''مگر......!'' حمید بڑبڑایا۔ ''اب مجھے یہاں سے رخصت ہو جانا چاہئے۔''

''کیا...... یہ ہرگز ہیں ہو سکتا۔'' روحی نے کہا۔ ''آپ مجھے اس مصیبت میں چھوڑ کر کہیں اور نہیں جا سکتے۔''

''میرا فادر بڑا خطرناک آدمی ہے۔'' حمید بولا۔ ''اگر اُسے معلوم ہو گیا کہ میں ایک خوبصورت سی فلم اسٹار کے ساتھ مقیم ہوں تو وہ میری آئندہ نسلوں کو یتیم کر دے گا۔''

''جی نہیں......میں انہیں سنبھال لوں گی۔''

''تم سنبھال لو گی......کرنل ہارڈ اسٹون کو...... ہاہا......کیا بات کہی ہے۔''

''کرنل ہارڈ سٹون......آپ کے باپ......میں نہیں سمجھی۔ یہ نام تو کسی انگریز یا عیسائی کا ہو سکتا ہے۔''

''یہ نام نہیں صفت ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ کو یہیں قیام کرنا ہو گا۔''

''اور اگر کسی نے تمہارے دھوکے میں مجھ پر تیزاب ڈال دیا تو میں کیا کروں گا۔ پھر ہو سکے گی میری شادی۔''

''خیر آپ کی شادی تو ویسے بھی نہ ہو گی۔''

''کیوں......؟''

''آپ صورت سے شوہر کبھی نہ معلوم ہوں گے...... مجھے یقین ہے۔''

''لیکن چند بچوں کا فادر ضرور معلوم ہوں گا۔''

''میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی......لیکن آپ مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔''

''پھر جس طرح کہو چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔''

دفعتاً باہر سے کسی نے دستک دی۔

''ہام......کون ہے۔'' حمید نے کہا۔

''میں آجاؤں۔'' نوشابہ کی آواز آئی۔

''آیئے......!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور کچھ اس طرح منہ بنایا کہ روحی بیساختہ ہنس پڑی۔

''وہ کوئی صاحب فون پر مسخرہ پن فرما رہے ہیں۔'' نوشابہ نے کہا۔

''کیا بات ہے۔''

''پتہ نہیں کون ہے......کہتا ہے کہ یہاں کوئی کیپٹن حمید ہے۔ اُسے فون پر بلا دیا جائے۔''

''وہ کہاں سے بول رہا ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''یہ نہیں بتایا۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' حمید دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ فون پر اُسے جس کی بھی آواز سنائی دی ہو لیکن روحی یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ حمید کچھ بوکھلا سا گیا ہے۔

''جی ہاں......! وہ ماؤتھ پیس میں کہہ رہا تھا۔'' میں یہیں ہوں۔ آپ نے ٹھیک سنا ہے۔ ارے باپ رے......مگر سنئے تو سہی......وہ محض مذاق تھا......محض تفریح......لیکن آپ کیوں اور کیسے آ گئے......میں بڑی مشکل میں ہوں......یہ ناممکن ہے......وہ اس پر تیار نہیں ہے...... ارے باپ رے......پھر بتایئے میں کیا کروں......آپ قسم لے لیجئے......مر گیا......اچھا میں ابھی آؤں گا......مگر تنہا نہیں......آپ سنئے تو سہی......جی ہاں......جی ہاں۔''

حمید ریسیور رکھ کر دھڑام سے دوسری طرف الٹ گیا۔ روحی اور نوشابہ گھبرا کر اس کی طرف جھپٹیں لیکن وہ پھر اٹھ کر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ لیکن شاید دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ لیکن حمید ماؤتھ پیس میں ''فادر فادر'' چیختا رہا پھر ریسیور رکھ کر پیشانی رگڑنے لگا۔

''کیا بات ہے۔'' روحی نے حیرت سے پوچھا۔

''فادر آ گیا ہے۔'' حمید نے پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا۔ ''اب میں یہاں نہ رک سکوں گا۔''

روحی اور نوشابہ نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور حمید بکتا رہا۔ ''اس فادر

کے بچے کو بھی چین نہیں ہے۔ کبھی یہاں کبھی وہاں...... میرے ستارے۔''

کوئلے کا مجسمہ

روحی پر یہ بات بہت دیر بعد واضح ہوئی کہ حمید کا ''فادر'' کرنل فریدی ہے۔ اور پھر وہ کرنل فریدی سے ملنے کے لئے بُری طرح بے چین نظر آنے لگی۔

''تم کیوں ملنا چاہتی ہو۔'' حمید نے پوچھا۔

''لوگ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔'' روحی نے سوال کیا۔

''کیونکہ تم ایک خوبصورت عورت ہو۔''

''یعنی میں لوگوں کے لئے کشش رکھتی ہوں۔''

''قطعی......!''

''بس اسی طرح کرنل فریدی بلکہ صرف یہ نام میرے لئے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے۔ میں اس آدمی کو قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں جس سے بعض اوقات معجزے سرزد ہوتے ہیں۔''

حمید اپنی کھوپڑی سہلانے کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''ستارے! خیر...... ہاں...... مگر وہ تم سے نہیں مل سکیں گے۔''

''کیوں......؟''

''تمہارا نام ہی سن کر وہ اس قابل نہ رہ جائیں گے کہ تمہیں دیکھ سکیں۔''

''آپ مذاق بہت اچھا کر لیتے ہیں۔'' روحی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''لیکن میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

فون کی گھنٹی بجی اور حمید نے ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''کون ہے!''

''وہی نالائق......!'' حمید نے جواب دیا۔ ''آپ بتاتے کیوں نہیں کہ یک بیک یہاں

کیسے پہنچ گئے۔"

"کل دوپہر کو ماتھر نے میرے لئے ٹرنک کال کی تھی......ڈاکٹر اوہان کے بچے میں تمہاری اچھی طرح خبر لوں گا......روحی سے پوچھو کہ اس نے ادارہ روابط عامہ سے کب مدد لی تھی۔ پہلے حملے سے قبل یا بعد میں۔"

حمید نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر روحی سے فریدی کا سوال دہرایا۔

"کون ہے۔" روحی نے پوچھا۔

"فادر ولیم......!"

"اوہ......کرنل فریدی ان سے کہہ دیجئے کہ پہلے حملے کے بعد ہی میں نے اس ادارے سے مدد طلب کی تھی مگر انہیں کیسے معلوم ہوا۔"

"رات میں نے ماتھر سے اس کا تذکرہ کیا تھا۔" حمید نے کہا اور فریدی تک روحی کا جواب پہنچا دیا۔

"کیا وہ خود ہی وہاں گئی تھی یا کسی نے اُسے مشورہ دیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

حمید نے پھر روحی سے پوچھ کر اُسے جواب دیا۔ "ایک دوست نے مشورہ دیا تھا۔"

"مجھے اس دوست کا نام اور پتہ چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

"آخر آپ آتے ہی روحی میں کیوں اتنی دلچسپی لینے لگے۔"

"یہ قاسم کا کیس ہے، جو محض تمہاری حماقتوں کی بناء پر مصیبت میں پھنس گیا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں۔" روحی نے لپک کر پوچھا۔

"تمہارے سلسلے سے وہ قاسم تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تمہارے کیس سے انہیں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں۔ ویسے ہوسکتا ہے کہ لگے ہاتھوں تمہاری مقصد براری بھی ہوجائے اسلئے اپنے اس دوست کا نام اور پتہ بتاؤ جس نے تمہیں ادارہ سے گفت وشنید کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اتنی دیر......!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "جلدی کرو۔"

"بس فوراً" حمید نے ماؤتھ پیس میں کہا اور روحی کی طرف دیکھنے لگا جواب کچھ پریشان نظر آرہی تھی۔

''وہی آدمی جسے آپ نے دلکشا کے ڈائینگ ہال میں باڈی گارڈ کے ساتھ دیکھا تھا وہ یہاں کا ایک سربرآوردہ آدمی ہے۔''

''فادر ولیم...... سربرآوردہ آدمیوں کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتے۔ فادر ولیم کئی بڑے سرمایہ داروں کے گالوں پر تھپڑ تک رسید کر چکے ہیں۔''

روحی نے اسے اس آدمی کے متعلق تفصیل سے بتایا اور حمید نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''سردار شکوہ نام ہے۔ پتہ ایک سو گیارہ کٹل بالا...... یہاں کے سربرآوردہ آدمیوں میں سے ہے...... مگر فادر...... میں بہت اداس ہوں۔''

''تمہاری اداسی دور ہونے کی صرف ایک ہی صورت ہے۔''

''فرمائیے۔''

''اس وقت تک تم پر مار پڑتی رہے جب تک کہ کھال نہ گر جائے۔''

''میں اپنی کھال کھنچوا کر آپ کو روانہ کردوں گا۔ مگر آپ مجھے یہیں رہنے دیجئے ورنہ روحی کا ہارٹ فیل ہوجائے گا...... اور...... ملک ایک بہت بڑی فنکارہ سے محروم ہوجائے گا۔''

حمید اور نہ جانے کیا کیا بکتا رہا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

''یہ سب کیوں کہہ رہے تھے آپ۔'' روحی نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

''فادر سے کوئی بات چھپانا شامت کو دعوت دینے سے کم نہیں۔''

''مجھے ملائیے کرنل سے...... مگر ٹھہریئے۔ آخر آپ لوگ ادارہ روابط عامہ کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔''

''ادارہ روابط عامہ فراڈ ہے۔ اگر اب بھی اس کی حرکت آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو آپ کو کسی گزیٹیڈ آفیسر سے شادی کر لینی چاہئے۔''

''کیسی حرکت......!''

''کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ پر اب تک جتنے بھی حملے ہوئے ہیں ان میں اسی ادارہ کا ہاتھ رہا ہو۔''

''یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ خواہ مخواہ تہمت تراشی کررہے ہیں۔''

''پہلے آپ مجھے یہ بتایئے کہ آپ اب تک اس ادارہ کو کتنی رقم دے چکی ہیں۔''

''پچیس ہزار......!''

''گڈ گاڈ......اور اس کے باوجود بھی آپ کی ایر چیمبر اب تک مقفل ہے۔''

فون کی گھنٹی نے اس گفتگو کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔

اس بار روحی نے ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو......!''

''کون روحی صاحبہ۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میں روحی ہوں۔''

''میں سلمان بول رہا ہوں......ادارہ روابط عامہ سے۔''

''اوہ......ڈاکٹر سلمان......کہئے۔''

''کیا یہ ضروری ہے کہ آپ اجنبیوں پر اعتماد کرلیں۔''

''اوہ......وہ دیکھئے......میرا خیال ہے کہ آپ ڈاکٹر اوہان کے متعلق کچھ کہہ رہے ہیں۔''

''ٹھیک سمجھیں آپ......کیا آپ اس آدمی کو پہلے سے جانتی ہیں۔''

روحی ہچکچائی لیکن حمید جلدی سے بولا۔''تم اُسے بتادو کہ میں کون ہوں۔''

لیکن روحی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔''میں ڈاکٹر اوہان کو پہلے سے جانتی ہوں۔''

''آپ غلط بیانی سے کام لے رہی ہیں مس روحی۔ آپ اس دن اس سے واقف ہوئی تھیں جس رات آپ کی بلی نے آپ پر حملہ کیا تھا۔''

''ہوسکتا ہے یہی بات ہو ڈاکٹر سلمان۔'' روحی جھنجھلا گئی۔

''اس لئے ادارہ روابط عامہ آپ کی خدمت سے قاصر ہے۔''

''ادارہ روابط عامہ نے اب تک کون سا کارنامہ انجام دیا ہے میرے لئے۔''

''محترمہ روحی! ڈاکٹر سلمان کی روحانی قوت ہی تھی جس نے آج تک کوئی حملہ کامیاب نہ ہونے دیا۔ اگر مجھے آپکے دشمن کی صحیح شخصیت کا علم ہوتا تو وہ کب کا آپ کے قدموں پر آگرا ہوتا۔''

''خیر اسے جانے دیجئے۔'' روحی نے کہا۔''کیا آپ کو علم ہے کہ میرا باڈی گارڈ حملے والی

رات سے غائب ہو گیا تھا۔"

"مجھے علم ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ قطعی بے قصور ہے۔ اسے اغواء کیا گیا تھا محض اس لئے کہ اس حملے کا الزام اس کے سر آئے۔"

"تب تو آپ اغواء کرنے والوں کو بھی جانتے ہوں گے۔"

"نہیں...... میں صرف آدمی ہوں۔ کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں۔ آپ کے باڈی گارڈ شاہد کو اس بات کا علم تھا کہ آپ نے ہم سے مدد طلب کی ہے اور ہم آپ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ لہٰذا شاہد نے ہمارے پاس آ کر ساری روداد بیان کی ہے۔ لیکن چونکہ آپ اس کی طرف سے غیر مطمئن ہوں گی اس لئے وہ آپ سے نہیں ملا۔ اغواء کرنے والے اسے ایک کار میں ڈال کر رام گڑھ سے دس میل کے فاصلے پر چھوڑ آئے ہیں۔ اس غریب کو وہاں سے پیدل آنا پڑا اور اس مضحکہ خیز اغواء کا مطلب بھی اس کی سمجھ میں آ گیا۔ لہٰذا وہ آپ کے پاس آنے کی ہمت نہیں کر سکا اور خود پولیس کی نظروں سے بھی چھپا رہا ہے۔ میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ اس واقعہ کی رپورٹ باقاعدہ طور پر درج کرائے لیکن اس کی ہمت ہی نہیں پڑی۔"

"وہ کہاں ہے۔" روحی نے پوچھا۔

"ضروری نہیں کہ وہ اب بھی وہیں ہو جہاں پہلے تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ہم سے رجوع کرنے کے بعد اس نے اپنی وہ قیام گاہ چھوڑ دی ہو۔ یقیناً چھوڑ دی ہوگی۔ جبکہ وہ اتنا ڈرپوک ہے۔"

"پھر بھی وہ پہلے کہاں تھا۔"

"کٹل بالا کے ایک چھوٹے سے ہوٹل اٹالیانو میں۔"

"شکریہ......! میں دیکھوں گی کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"محترمہ روحی! آپ تباہی کی طرف جا رہی ہیں۔ بغیر سمجھے بوجھے اجنبیوں پر اعتماد نہ کیجئے۔"

"آپ یہاں کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کیپٹن ماتھر کو جانتے ہیں۔" روحی نے پوچھا۔

"انہیں کون نہ جانے گا۔"

"کیپٹن ماتھر کا خیال ہے کہ ڈاکٹر اوہان سرکاری طور پر کیپٹن حمید کہلاتے ہیں اور مرکزی سی آئی ڈی کے ایک ذمہ دار آفیسر ہیں۔"

''اوہو......کیپٹن حمید......شاید میں یہ نام پہلے بھی سن چکا ہوں...... ہاں......اچھا...... یہ کرنل فریدی کے اسسٹنٹ تو نہیں ہیں۔''

''آپ ٹھیک سمجھے۔''

''تب تو محترمہ روحی آپ کی عقلمندی کی داد دوں گا۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔''اس بار آپ نے صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے۔''

''شکریہ......اور اب اسی لئے میں آپ کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتی۔''

''کوئی بات نہیں مس روحی......اس صورت میں آپ کی آدھی رقم واپس ہوسکتی ہے...... یعنی ساڑھے بارہ ہزار۔''

''رقم کی مجھے پرواہ نہیں ہے۔ خواہ آپ واپس کریں خواہ نہ واپس کریں۔''

''آپ بڑی دریا دل ہیں محترمہ روحی......مگر یہ ساڑھے بارہ ہزار تو آپ کو واپس کئے ہی جائیں گے......یہی ہمارا اصول ہے۔''

''آپ کی مرضی......!'' روحی نے لاپروائی سے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

''ڈاکٹر سلمان......!'' حمید نے ایک طویل سانس لی اور روحی کو غور سے دیکھنے لگا۔

روحی نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

''بڑے شریف لوگ ہیں۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔''ساڑھے بارہ ہزار واپس کر دیں گے۔''

اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ روحی کے ملازمین آ گئے تھے اور وہ کوٹھی کو رہائش کے قابل بنانے کے لئے روحی کی ہدایات کے مطابق ادھر اُدھر مصروف تھے۔

وہ دونوں باہر برآمدے میں بیٹھ گئے۔

آسمان میں سفید بادل صبح ہی سے منڈلا رہے تھے۔ اب اس وقت ہلکا سا ترشح بھی شروع ہو گیا تھا۔

''روحی......!'' حمید نے اُسے بڑے پیار سے مخاطب کیا۔

''فرمائیے۔'' روحی نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔

''میری آخری خواہش پوری کرو......اس کے بعد پھر پتہ نہیں میں کہاں ہوں۔''

''یعنی......!'' روحی نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو۔'' حمید اسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں وائلن پر ایک گیت چھیڑوں اور تمہارے پیروں میں گھونگھرو ہوں۔ یہ ہے میری آخری خواہش اور یقین رکھو کہ رقص ختم ہونے سے پہلے ہی میں مر جاؤں گا۔''

''اور پھر پولیس تحقیقات شروع کر دے گی...... کیوں؟'' روحی مسکرائی۔

اچانک حمید نے اپنی کرسی سے چھلانگ لگائی اور بے تحاشہ اندر کی طرف بھاگا۔

ظاہر ہے کہ روحی بھی اس کی حرکت پر بوکھلا گئی ہوگی۔ اس نے بھی اس کا ساتھ دیا لیکن ساتھ ہی ہسٹریائی انداز میں چیخ چیخ کر پوچھتی بھی جا رہی تھی۔ ''کیا ہوا...... کیا ہوا۔''

''فادر آ گیا......؟'' دفعتاً حمید نے اس کی طرف مڑ کر کہا اور اپنے کمرے میں گھس گیا۔

روحی جہاں تھی بُرا سا منہ بنائے ہوئے وہیں رک گئی۔ وہ حمید کے کمرے میں جانے کی بجائے پھر باہر جانے کے لئے دوسری طرف مڑ گئی۔

برآمدے میں پہنچتے ہی اس کی نظر پولیس کار پر پڑی جس سے ایک ایسا آدمی اُتر رہا تھا جو کم از کم اس عمر کا تو ہرگز نہیں تھا کہ حمید اسے فادر کہہ سکتا۔

روحی صرف ایک ہی بار اس سے نظر ملا سکی...... دوسری بار اس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں پڑی۔ وہ ایسا ہی باوقار اور پُررعب چہرہ تھا...... خصوصاً آنکھیں تو بجلیوں کا خزانہ معلوم ہو رہی تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا برآمدے کی طرف آیا۔

''مس روحی آپ ہیں۔'' اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''ج...... جی ہاں......!'' روحی ہکلائی۔

''کیپٹن حمید کہاں ہے۔''

''وہ...... اندر ہیں۔''

''براہِ کرم بلوا دیجئے۔''

''ان...... اندر تشریف لے چلئے...... آپ بھی۔''

''ہوسکتا ہے آپ کسی غلط آدمی کو مدعو کررہی ہوں۔'' اس نے کہا۔

''مم...... میں جانتی ہوں...... آپ...... فف...... فریدی صاحب ہیں۔''

فریدی نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔ ''میں یہیں ہوں آپ اسے بلوا دیجئے۔''

روحی اندر چلی گئی...... حمید اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

''آپ کے فادر آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔'' روحی نے مسکرا کر کہا۔

''میں جانتا ہوں لہٰذا جانے سے پہلے تمہیں ایک وصیت کروں گا۔ میری لاش کے ساتھ ایک وائلن اور اپنے گھونگھروؤں کی ایک جوڑی دفن کر دینا۔ کیونکہ تم نے میری آخری خواہش پوری نہیں کی اس وقت میرے ستارے شائد حقہ پی رہے ہیں۔''

''جلدی کیجئے...... وہ شائد زیادہ غصے میں ہیں۔''

''غصے میں ہیں تو شائد کفن مہیا کرنے کی بھی مہلت نہ ملے۔ لہٰذا مجھے اپنی کسی پھٹی پرانی ساری میں لپیٹ کر دفن کر دینا۔''

''کیا بیکار باتیں کر رہے ہیں...... آپ چلئے۔'' روحی اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

برآمدے میں پہنچنے سے پہلے ہی حمید نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ یہاں فریدی نوشابہ سے قاسم کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔

نوشابہ بھی کچھ بوکھلائی ہوئی سی نظر آ رہی تھی اور اس کی قینچی کی طرح چلنے والی زبان ایک ایک لفظ پر لڑکھڑا رہی تھی۔ ویسے گفتگو میں ہنسنے کا سا انداز اب بھی شامل تھا۔

فریدی نے اس سے بہتیرے سوالات کئے۔ لیکن کسی بات پر تبصرہ نہیں کیا۔

پھر وہ پولیس کار کی طرف اشارہ کر کے حمید سے بولا۔ ''چلو......!''

''اور سامان......!'' حمید نے پوچھا۔

''اُسے یہیں رہنے دو۔''

''آپ چائے پئیں گے یا کافی۔'' روحی نے پوچھا۔

''میری چائے یا کافی آپ پر اُدھار رہی۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''پھر سہی۔''

حمید چپ چاپ جاکر کار میں بیٹھ گیا۔ اگلی سیٹ پر ڈرائیور موجود تھا پھر فریدی بھی بیٹھ گیا اور کار پائیں باغ سے سڑک پر نکل آئی۔ حمید خاموش ہی رہا۔ فریدی بھی کچھ نہیں بولا...... کار چلتی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ شہر میں پہنچ گئے۔ لیکن کار ان راستوں کو چھوڑتی جارہی تھی جو کوتوالی کی طرف جاتے تھے۔

پھر وہ ایک عظیم الشان عمارت کے سامنے رک گئے۔ پھاٹک پر کھڑے ہوئے دو مسلح پہرے داروں نے ان کا استقبال کیا۔

اور پھر عمارت کے ڈرائینگ روم میں ایک سوگوار سی عورت انہیں ملی اس کی عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ چہرہ صحت مند لیکن غم کے بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھیں کچھ ایسی ویران سی تھیں جیسے روتے روتے خشک ہوگئی ہوں۔

''کرنل......!'' اس نے بھرائی ہوئی آواز یں کہا۔ ''میں آپ کی مشکور ہوں کہ آپ نے کیپٹن ماتھر کی درخواست پر تکلیف کی۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوتو اسے اپنی توہین نہ سمجھئے گا۔ تین دن سے...... پورے تین دن گذرے...... میں نہیں سمجھ سکتی کہ میرا جسم برف ہے یا پتھر۔ میرے ساتھ آیئے میں آپ کو زیادہ تکلیف نہیں دوں گی۔''

وہ دوسرے کمرے میں جانے کے لئے مڑی۔ فریدی خاموشی سے اس کے پیچھے ہولیا اور حمید شاید الجھن کے باوجود بھی اس کے ساتھ چلتا رہا۔ ایک طویل راہداری سے گذرنے کے بعد وہ ایک کمرے کے بند دروازے پر رک گئے۔

عورت فریدی کی طرف مڑ کر بولی۔ ''اب مجھ میں اتنی سکت نہیں رہ گئی کہ اسے بار بار دیکھ سکوں۔ آپ اندر تشریف لے جایئے۔''

فریدی نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ ہی حمید بھی کمرے میں داخل ہوا۔ فریدی دروازے کے قریب ہی رک کر سیاہ رنگ کے ایک مجسمے کو دیکھنے لگا جو دروازے سے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر دیوار سے ٹکا کھڑا تھا۔ وہ کسی برہنہ عورت کا مجسمہ تھا لیکن اُسے تراشنے والے نے سر پر بال نہ بنا کر اس کا سارا حسن ختم کردیا تھا۔ فریدی اس کے بازو پر اپنی انگلی رگڑ کر

دیکھنے لگا۔اس کی انگلی میں سیاہی چھوٹ آئی تھی۔

شعلہ لپکا تھا

حمید حیرت سے اس مجسمے کو دیکھ رہا تھا اس نے آج تک اتنا مکمل مجسمہ نہیں دیکھا تھا۔ ایسا مجسمہ جسے تراش کر منظر عام پر رکھنے کی ہمت کوئی بھی نہ کرسکتا۔ اچانک فریدی نے جیب سے قلم تراش چاقو نکالا اور اُسے کھول کر بعض جگہوں پر اس کی سطح کھرچنے لگا۔

''ہائیں......!'' حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ ''یہ تو کوئلے کا معلوم ہوتا ہے۔''

''ذرا صبر کرو۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ''شور نہ مچاؤ۔''

حمید نے پھر اُسے غور سے دیکھا۔ مجسمے کے پیروں میں سفید سویڈ کے سینڈل تھے۔ بیداغ سینڈل جیسے وہ الگ سے پہنائے گئے ہوں۔ پھر اس نے فریدی کو مجسمے کے پیروں کے پاس بیٹھے دیکھا۔ وہ بھی اس کے سفید سینڈلوں کو ٹٹول رہا تھا۔

پھر وہ سیدھا کھڑا ہوکر مخالف سمت کی دیوار کے روشندان کی طرف دیکھنے لگا جس کا ایک شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔

''کیا یہ مجسمہ اپنی عریانیت کی بناء پر قانون کی گرفت میں نہیں آتا۔'' حمید نے کہا۔

''نہیں......!'' فریدی نے کہا اور سامنے والی میز کی طرف چلا گیا۔ یہ لکھنے پڑھنے کی میز تھی۔ اس کی داہنی جانب ایک شلف میں کتابیں لگی ہوئی تھیں۔ فریدی حمید کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا باہر نکل آیا۔

راہداری کے دوسرے سرے پر وہی سوگوار عورت موجود تھی، جو انہیں یہاں تک لائی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانک رکھا تھا۔

''آپ نے دیکھ لیا۔'' ان کے قریب پہنچنے پر اس نے آہستہ سے کہا۔

''جی ہاں......!'' فریدی نے ایک طویل سانس لی۔

عورت خاموشی سے چلنے لگی۔ وہ دونوں اس کے ساتھ ہی چل پڑے۔ حمید کا دم گھٹ رہا تھا۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ہزار ہا سال پرانے کسی مقبرے میں چل رہا ہو۔

وہ پھر ڈرائینگ روم میں آ گئے۔ عورت انہیں بیٹھنے کو کہے بغیر خود ایک صوفے پر گر گئی۔ اس کی حالت عجیب تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے خواب میں حرکت کر رہی ہو۔ اپنے گردوپیش سے بے خبر جو بول تو سکتی ہو لیکن سوچنے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہو۔

فریدی خود ہی بیٹھ گیا اور اس نے حمید کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''بارات باہر موجود ہے۔'' عورت ان کی طرف دیکھے بغیر بڑبڑائی۔ ''اب کون ہے اب کس پر بجلی گرے گی۔''

''کیا آپ میرے چند سوالات کا جواب دیں گی۔'' فریدی بولا اور وہ اس طرح چونک پڑی جیسے اب تک ان کی موجودگی سے بے خبر رہی ہو۔

''ضرور جواب دوں گی۔'' اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

''کیا...... آپ کے اعزہ میں سے کوئی اور بھی امیدوار تھا۔''

''میں نہیں جانتی۔ اگر رہا بھی ہو تو میرے علم میں نہیں تھا۔''

''صاحبزادی کو یہ رشتہ منظور تھا۔''

''جہاں تک میرے علم میں ہے اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔''

''اسکی سہیلی کے متعلق آپ کیسے خیالات رکھتی ہیں۔ جو اس وقت کمرے میں موجود تھی۔''

''بہت اچھے خیالات۔ میں اسے اس وقت سے جانتی ہوں جب وہ آٹھ برس کی تھی۔''

''میں صاحب زادی کے مرد دوستوں کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔''

''یہی کہ کوئی ایسا بھی تھا جس کا شمار گہرے دوستوں میں کیا جا سکے۔''

''اس کا کوئی مرد دوست تھا ہی نہیں۔''

''یہ آپ کس بناء پر کہہ سکتی ہیں۔''

''میں نے اُسے آج تک کسی مرد کے ساتھ نہیں دیکھا۔''

''اعزہ میں بھی کوئی ایسا نہیں تھا۔''

''نہیں......کوئی اس کا ہمسن ایسا نہیں تھا۔''

''پھر......!'' فریدی نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''پھر میں کیا بتاؤں...... ماتھر صاحب نے آپ کا نام لیا تھا کہ اس سلسلے میں کچھ کرسکیں گے۔ بتائیے آپ کیا کرسکتے ہیں۔''

''ابھی میں کچھ بھی نہیں کرسکتا محترمہ......!''

''پھر آپ کو ماتھر صاحب نے خواہ مخواہ تکلیف دی۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔''

عورت کے لہجے میں بیزاری تھی۔ فریدی نے حمید کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ عورت ان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

فریدی کسی قسم کی رسمی گفتگو کے بغیر ڈرائینگ روم سے نکل آیا۔ کار کمپاؤنڈ کے باہر تھی۔

فریدی نے خاموشی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر حمید کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ پھر خود بھی بیٹھ کر دروازاہ بند کردیا۔

''دلکشا......!'' اس نے ڈرائیور سے کہا۔

''دلکشا......!'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''میرا قیام وہیں ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''کس نام سے۔''

''احمد کمال فریدی۔''

''آپ نے غلطی کی ہے۔ قاسم والے معاملے میں دلکشا بھی مشتبہ ہے۔''

''ہوگا...... مجھے فی الحال قاسم کی فکر نہیں ہے۔ اس کے لئے تم بھگتو......اس کی سو فیصدی ذمہ داری تم پر ہے۔''

''مجھ پر کیوں ہے......وہ کوئی دودھ پیتا بچہ ہے۔''

''اس سے بھی بدتر......تم اُسے بندر کی طرح نچاتے ہو۔''

''اغواء کرنے والے اس کے باپ سے کسی بڑی رقم کا مطالبہ کریں گے۔''

فریدی کچھ نہیں بولا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس نے ڈرائیور سے کہا۔ ''گاڑی روکو۔''

لیکن کار بدستور اسی رفتار سے چلتی رہی۔

''کیا تم نے سنا نہیں۔'' فریدی غرایا۔

''میں بہرا ہوں جناب......'' ڈرائیور نے چیخ کر کہا اور کار کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز کردی۔

''گاڑی روک دو۔''

''روکنے کی ترکیب مجھے بالکل یاد نہیں......بھول جانے کے مرض کا پرانا شکار ہوں۔''

''میں تمہاری ہڈیاں چور کردوں گا۔''

''کوشش کر کے دیکھو......'' ڈرائیور نے جواب دیا۔ ''شائد کار بھی چور چور ہو جائے۔ میرے سینے پر لال نشان ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ ضرورت پڑے تو اپنی زندگی کی حفاظت کرنا بھی چھوڑ دو......اگر تم بات زیادہ بڑھاؤ گے تو کار کو کسی بلڈنگ سے ٹکرا کر خود بھی فنا ہو جاؤں گا۔''

''نہیں دوست اس کے بجائے تم ایل۔ایم کے طیارے سے میڈرڈ تک کا خوشگوار سفر کرسکتے ہو۔'' حمید نے کہا۔

ڈرائیور نے کوئی جواب نہ دیا۔ کار چلتی رہی۔ وہ ایسی سڑک پر چل رہی تھی جس پر ٹریفک بھی کم تھا اور ابھی تک کوئی چوراہا بھی نہیں ملا تھا۔

''وہ موٹا آدمی یقیناً کوئی دودھ پیتا بچہ ہے۔'' ڈرائیور نے کہا۔ ''لیکن تم لوگ کافی عقلمند معلوم ہوتے ہو۔''

فریدی کچھ نہیں بولا۔ لیکن حمید نے کہا۔ ''جہاں لے جا رہے ہو وہاں لڑکیوں کی پیداوار کیسی ہے۔''

''بہت اچھی......گھاس پھوس کی طرح اگتی ہیں۔''

''اب نہایت صبر وسکون کے ساتھ چلوں گا۔ تم مطمئن رہو۔''

''شکریہ۔'' ڈرائیور نے جواب دیا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسی صورت میں کیا ہو سکے گا لیکن فریدی اتنے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

''اب کیا ہوگا......!'' حمید نے بے بسی سے کہا۔

''تمہاری شادیاں......وہاں لڑکیاں گھاس پھوس کی طرح اگتی ہیں۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''ضروری نہیں کہ یہ حضرت سچ ہی بول رہے ہوں۔''

''اگر یہ جھوٹ ثابت ہوا تو پھر میں ان سے سمجھ لوں گا۔'' فریدی نے جواب دیا۔

کار شہر سے نکل آئی تھی اور اب ایک ایسی سڑک پر چل رہی تھی جس کی بائیں جانب سینکڑوں فٹ گہری کھائیاں تھیں۔

حمید بالکل ہی مایوس ہو چکا تھا وہ جانتا تھا کہ اب یہ کار وہیں رکے گی جہاں ڈرائیور لے جانا چاہتا ہے۔

''کیوں دوست......!'' اس نے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ ''ہمارے پہنچنے کی رسید بھی کسی کو ملے گی یا نہیں۔''

''اب میں بالکل بہرا ہو گیا ہوں......لہٰذا کسی بات کا جواب نہیں ملے گا۔''

''مگر یہ تو بتانا ہی پڑے گا کہ قیام و طعام کے مصارف کس کے ذمہ ہوں گے۔''

''بہتر یہی ہے کہ خاموش بیٹھو۔'' ڈرائیور نے مشورہ دیا لیکن فریدی نے اسے اشارہ کیا کہ وہ اُسے باتوں میں الجھائے رہے۔

''مانا کہ تم ہمارے دشمن ہو۔'' حمید نے کہا۔ ''لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم لوگ خاموش بیٹھیں۔ اگر تم بھٹاریوں کی طرح تو تو میں میں کرنا چاہتے ہو تو کوئی اچھا سا فلمی گیت سناؤ۔''

''اچھا تو سنو......میں تمہیں نثر میں کچھ سناتا ہوں۔ تم دونوں موت کے منہ میں جا رہے ہو کسی کو تمہاری ہڈیاں بھی نہ مل سکیں گی۔''

''یہ خبر ہے یا پیشین گوئی۔ اگر پیشین گوئی ہے تو مجھ جیسا ستارہ شناس اسے غلط قرار دیتا ہے۔ ویسے تم کسی بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والے ہو......سمجھے!''

''بشرطیکہ وہ مصیبت موت سے زیادہ تکلیف دہ ہو۔''

''تو کیا سچ مچ تم یہ کار کسی کھڈ میں گرا سکتے ہو۔''

''تم مجھے روکنے کی کوشش کر کے دیکھ لو۔''

حمید کچھ نہیں بولا۔ اس نے فریدی کی طرف دیکھا جو پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ایک پیر پائیدان پر رکھ چکا تھا اور اب کار ایک ایسی جگہ سے گذر رہی تھی جہاں دونوں طرف اونچی اونچی چٹانیں تھیں۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سڑک کے جوڑ ہی سے دونوں طرف دیواریں سی اٹھا دی گئی ہوں۔ حمید نہیں سمجھ سکا کہ فریدی کیا کرنا چاہتا ہے۔

ساتھ ہی ڈرائیور نے کہا۔ ''کیوں دوست کیا ارادے ہیں۔''

''چھلانگ لگاؤں گا خواہ سر کے ہزار ٹکڑے ہو جائیں۔'' فریدی نے کہا اور ساتھ ہی ایک زور دار دھماکہ ہوا اور کار گویا اچھل سی گئی۔ ڈرائیور نے پورے بریک لگا دیئے مگر فریدی بریک لگنے سے پہلے ہی اندر پہنچ چکا تھا۔ ورنہ سچ مچ اس کا سر کسی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ ڈرائیور کی سمجھ میں کچھ نہ آ سکا۔ ویسے کار روک دینے کا فعل اس سے بالکل اسی طرح سرزد ہوا تھا جیسے کوئی تنہا آدمی کسی تیز قسم کی آواز پر بیساختہ چونک پڑے۔ بہرحال اب اس کی گردن فریدی کی گرفت میں تھی اور وہ اسے بڑی بے دردی سے گھونٹ رہا تھا۔ ڈرائیور کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں۔

حمید اس کا سر سہلانے لگا۔

''گھبراؤ نہیں...... ڈرو نہیں۔ فوراً مشکل آسان ہو جائے گی۔'' وہ دلاسہ دینے والے انداز میں اس سے کہہ رہا تھا۔

جلد ہی ڈرائیور نے ہاتھ ڈال دیئے۔ وہ دونوں یہی سمجھے کہ وہ بیہوش ہو گیا ہے۔ لیکن وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں رینگ گیا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ ہاتھ جیب سے نکل کر اس کے ہونٹوں کی طرف گیا اور ایک کان پھاڑ دینے والی آواز فضا میں منتشر ہو کر رہ گئی۔ اتنی تیز سیٹی کسی ریلوے انجن کی بھی نہ ہوتی ہوگی۔

فریدی نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ لیکن وہ چیز اسے نظر نہ آ سکی جو وہ اپنے ہونٹوں تک لے گیا تھا۔

''منہ میں ہے......اس کے۔'' حمید نے کہا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کوئی بڑی سی چیز نگلنے کی کوشش کررہا ہو۔

اس کے حلق سے عجیب طرح کی آوازیں نکلنے لگیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے جسم میں تشنج شروع ہوگیا۔

ایک منٹ کے اندر ہی اندران کے سامنے ایک اکڑی ہوئی لاش پڑی تھی۔

فریدی نے حمید کو کھینچتے ہوئے کہا۔ ''نیچے اترو...... یہ سیٹی کوئی نئی مصیبت لارہی ہوگی۔''

فریدی اسے نیچے کھینچ کر اترائی کی طرف دوڑنے لگا۔

''کار ہی پر کیوں نہ نکل چلئے۔'' حمید نے کہا۔

''اوہ......احمق......وہ تو پہلے ہی بیکار ہوچکی ہے۔ میں نے بائیں ہاتھ سے گولی چلا کر اس کا اگلا ٹائر پھاڑ دیا تھا۔''

''تب تو معاملہ خلاص۔'' حمید نے بے بسی سے کہا۔ وہ یقیناً خطرے کی سیٹی تھی۔ وہ دوڑتے رہے اور ایک طرف کی چٹانوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ مگر نیچے اترنا آسان کام نہیں تھا۔

اچانک کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی قریب ہی کی ایک چٹان سے ٹکرائی۔ وہ دونوں بڑی پھرتی سے سڑک پر لیٹ گئے اور کھسکتے ہوئے دوسری طرف کی چٹانوں سے جالگے۔ اوپر سے پھر دو تین فائر ہوئے لیکن وہ ان کی زد پر نہیں تھے۔

''حمید صاحب......!'' فریدی اپنا ریوالور نکالتا ہوا بولا۔ ''اس میں بس چھ گولیاں ہیں۔''

''میرے پاس دو ریوالور اور ڈیڑھ سو گولیاں ہیں۔'' حمید چہک کر بولا۔

''شاباش......اب تم کام کے آدمی ہوئے ہو۔ ایسے خطرات میں بھی اب تمہارا مسخرہ پن جاگتا رہتا ہے۔''

''مسخرہ پن......ارے جناب میں سچ عرض کررہا ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس وقت آخری مسخرہ پن میری بیہوشی ہوتی۔ کیا آپ نے میرے جیکٹ پر غور نہیں کیا۔ یہ وہی جیکٹ ہے جس کے استر میں کارتوس رکھنے کے لئے ڈیڑھ سو خانے ہیں۔''

''میں نے تمہاری ساری خطائیں معاف کردیں فرزند......!'' فریدی اس کی پیٹھ ٹھونکتا ہوا

بولا۔ ''اب دوسری طرف منہ کر کے میری پشت سے پشت ملالو۔ بڑی شاندار تفریح رہے گی۔ ہوسکتا ہے کہ دوسری طرف سے بھی حملہ ہو۔ اپنی نظر اوپر ہی رکھنا۔

حمید نے جلدی جلدی کچھ کارتوس نکال کر فریدی کو دیئے اور اس کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھ گیا۔ دیر سے فائر نہیں ہوا تھا۔ یہ چیز باعث تشویش تھی۔ اچانک فریدی کی نظر سامنے اٹھ گئی۔ کھائیوں کے پار ایک پہاڑی پر دو تین آدمی نظر آئے۔

کھسکو...... کھسکو......!'' فریدی اسے دوسری طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ پھر وہ دونوں اٹھ کر بھاگے اور بیک وقت دو تین فائر ہوئے۔ وہ لوگ ریوالور کی مار سے باہر تھے اور ان کے پاس رائفلیں تھیں۔ لیکن یہ ان دونوں کی خوش قسمتی ہی تھی کہ انہیں ایک بڑے پتھر کی آڑ مل گئی۔ مگر اب دوسری طرف کی چٹانیں پہلے سے بھی زیادہ مخدوش ہوگئی تھیں۔ رائفل والوں سے بچنے کے لئے انہیں ان کے نیچے سے ہٹنا پڑا تھا۔ اچانک فریدی کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور اوپر سے ایک آدمی نیچے ٹپک پڑا۔ مگر وہاں کئی اور بھی تھے۔ فریدی نے پھر فائر کیا۔ اوپر سے بھی کئی فائر ہوئے اور ان کے جسم چھلنی ہی ہوجاتے اگر فریدی حمید کو کھینچتا ہوا دوسری طرف نہ کود جاتا...... اونچائی زیادہ تھی۔ دونوں کے چوٹیں آئیں۔ ادھر پہاڑی سے رائفلوں نے باڑھ ماری لیکن ان کے فائر خالی گئے۔ یہاں سڑک کے نیچے اوٹ کے لئے بے شمار چٹانیں بکھری پڑی تھیں۔ وہ پہاڑی والے دشمنوں سے بھی محفوظ ہوگئے۔

''حمید تمہارے پاس دو ریوالور ہیں نا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''اچھا تو تم اسی چٹان کی اوٹ سے پہاڑی کی طرف تھوڑی تھوڑی دیر بعد فائر کرتے رہو۔ کبھی کبھی ایک آدھ فائر سڑک کی سمت بھی کردینا۔ میں ان تینوں آدمیوں سے تو نپٹ ہی لوں جو پہاڑی پر ہیں۔ وہ بالکل کھلے میں ہیں۔ مطمئن ہیں کہ اتنی دور سے ہم ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گے۔'' اتنا کہہ کر فریدی داہنی طرف کے نشیب میں اتر گیا۔

حمید پہاڑی کی طرف فائر کرتا رہا اور ادھر سے بھی فائر ہوتے رہے۔ سڑک کی طرف سے بھی اکثر ایک آدھ فائر کی آواز آجاتی تھی۔ حمید بھی کبھی کبھی دوسرے ریوالور سے ادھر فائر کردیتا

لیکن اسے سب سے زیادہ خدشہ سڑک ہی کی طرف سے تھا۔ اگر وہ لوگ چٹانوں سے سڑک پر اُتر آئے تو جان بچانا مشکل ہوگا۔ یہ سوچ کر حمید کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں وہ دونوں کے حملوں سے بچ سکتا۔

وہ جلد ہی کامیاب ہوگیا۔ اُسے ایک ایسی چٹان مل گئی جس کے درمیان میں ایک کافی چوڑی دراڑ تھی۔

دفعتاً پہاڑی کی طرف سے پھر باڑھ ماری گئی۔ لیکن شائد اس کا جواب فریدی کے پے در پے فائروں نے دیا اور ساتھ ہی کئی چیخیں بھی فضا میں لہرائیں۔ حمید پہاڑی کی طرف سے ویسے بھی مطمئن تھا۔ لیکن سڑک کی سمت محفوظ نہیں تھا۔

یک بیک اسے سڑک پر کسی کا سر نظر آیا تھا۔ شاید کوئی سڑک پر اوندھا لیٹ کر نیچے کا جائزہ لے رہا تھا۔

حمید نے فائر جھونک دیا۔ گولی نشانے پر بیٹھی اور وہ آدمی اچھل کر نیچے آرہا اور پھر شائد اسے تڑپنے کی مہلت بھی نہیں ملی کیونکہ گولی ٹھیک تالو پر بیٹھی تھی۔

اتنے میں اسے فریدی دکھائی دیا جو اوپر آرہا تھا۔ حمید نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا اور پھر سڑک کی طرف اشارہ کیا۔ ساتھ ہی اس نے جھانک کر سڑک کی طرف بھی دیکھا لیکن وہاں سناٹا تھا۔ دیر سے فائر بھی نہیں ہوا تھا۔ اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد وہ سینے کے بل کھسکتا ہوا باہر نکلا اور نشیب میں اترتا چلا گیا۔

''اب نکل چلو چپ چاپ۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

وہ دونوں چٹانوں کی اوٹ میں ایک طرف چلتے رہے۔ پہاڑی کے نیچے حمید کو تین لاشیں دکھائی دیں۔ فریدی نے وہاں رک کر دو رائفلیں اور کارتوسوں کی دو پیٹیاں اٹھائیں۔

''ہوسکتا ہے ابھی گلوخلاصی نہ ہوئی ہو......اس لئے رائفلیں بھی ضروری ہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس نے ایک رائفل لے لی اور چلتا رہا۔

کچھ دیر بعد پھر بہت سے فائر ہوئے۔ آواز دور کی تھی۔

''اب شائد وہ ہوا سے لڑ رہے ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''شائد......!'' فریدی بڑبڑایا۔ ''میرا خیال ہے کہ اب پھر کوئی بہت بڑا فتنہ اٹھنے والا ہے۔''

''اگر یہ لوگ وہی تھے جنہوں نے قاسم کو اغواء کیا تھا تو انہیں حیرت انگیز طور پر منظم سمجھنا چاہئے۔ کیا اپنی زندگی میں پہلے بھی کبھی تم نے اتنی تیز آواز والی سیٹی سنی تھی۔ وہ سیٹی جس کی آواز کا دارومدار آدمی کی سانس پر ہو۔''

''نہیں......وہ یقیناً حیرت انگیز تھی۔''

''اور پھر وہ اُسے نگل گیا تھا......اس کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ وہ سیٹی ہمارے ہاتھ نہ لگنے پائے اور اسے نگلتے ہی وہ مر گیا تھا۔ معمولی چوروں اور ڈاکوؤں میں گروہ کے لئے قربانی کا جذبہ نہیں پایا جاتا۔''

''ہاں......یہ بات بھی قابل غور ہے۔''

''معمولی ڈاکوؤں میں اتنی ہمت نہیں ہوسکتی کہ وہ اتنی دیدہ دلیری سے پولیس کار استعمال کرسکیں۔''

''کار آپ نے کوتوالی ہی سے لی تھی۔''

''نہیں...... ماتھر کو اس کے لئے دلکشا سے فون کیا تھا۔''

''اوہ......تو کار وہیں آ گئی تھی۔''

''ہاں......!''

''پھر اب کیا خیال ہے دلکشا کے متعلق......!''

''قیام تو وہیں رہے گا حمید صاحب......ویسے اب مجھے بھی یقین ہو چلا ہے کہ ان لوگوں کا کچھ نہ کچھ تعلق دلکشا سے ضرور ہے۔''

''اس کے منیجر کو نگرانی میں ضرور رکھئے گا۔ وہ ہزاروں سُوّروں کا ایک سُوّر ہے۔''

پھر وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ اب بھی احتیاطاً وہ چھپتے چھپاتے چل رہے تھے۔ جیسے انہیں یقین ہو کہ ان کا تعاقب کیا جارہا ہوگا۔

''حمید......!'' فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''اس واقعے سے بھی زیادہ حیرت انگیز وہ لاش تھی۔''

''کون سی لاش......!''